اسلام کیا ہے؟
مولانا محمد منظور نعمانی
نذیر سنز پبلشرز
۴۰ اے، اردو بازار لاہور

اسلام کیا ہے

(جدید ایڈیشن)

اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیم سے مسلمانوں کو واقف کرنے
اور اُن میں ایمانی رُوح اور دینی زندگی پیدا کرنے کے لیے یہ کتاب
...ور اور توجّہ سے لکھی گئی ہے۔ اس میں بیس سبق ہیں۔ جن میں
...ر ایک میں دین کے کسی ایک اہم شعبے کی تفصیل اور وضاحت
...ئے سے کی گئی ہے، ہر سبق اپنے موضوع پر گویا ایک
...قل مضمون اور مؤثر خطبہ ہے۔ زبان نہایت شیریں
اور ا... ...ہ کم پڑھے لکھے لوگ اور بچّے بھی انشاءاللہ
...وب سمجھ سکتے ہیں۔ امید ہے کہ اصحابِ نظر
...اللہ محسوس کریں گے کہ اس وقت اس کتاب
...ی ... اور اشاعت وقت کے ایک اہم
...طالبے کا جواب ہے۔

اِس جدید ایڈیشن میں کافی اضافے بھی کئے گئے ہیں

تالیف
محمّد منظور نعمانی

نذیر سنز پبلشرز ۴۰ اے اُردو بازار لاہور

پبلشرز : ——— نذیر حسین

نذیر سنز پبلشرز لاھور-۲

مطبع : ——— زاھد بشیر پرنٹرز- لاھور

قیمت : ——— ۲۱ روپے

فہرست

مقدمہ

(اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفاداروں اور دین کے دردمندوں سے ناچیز مؤلف

کی گذارش)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اگر بالفرض اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لیے ہماری اس دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر سے بھیج دیں اور آپ مسلمان کہلانے والی موجودہ اُمت کی زندگی اور اُس کے طور طریقوں کو دیکھیں تو آپ کے دِل پر کیا گذرے گی؟ اور اللہ کے جن بندوں کو اب بھی آپ کے لائے ہوئے دین سے کچھ لگاؤ ہے اور جن کے دل دین کے درد و فکر سے خالی نہیں ہو گئے ہیں ان کو آپ کا پیغام اور فرمان کیا ہو گا۔؟

اِس عاجز کو اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ مسلمان کہلانے والی قوم کی اکثریت کی موجودہ غیر اسلامی زندگی، اور حد سے بڑھی ہوئی غفلت و معصیت کو دیکھ کر آپ کو اس سے بہت زیادہ رُوحانی اور قلبی تکلیف ہو گی، جتنی طائف کے شریر کافروں کے پتھروں سے اور اُحد میں ظالم مشرکوں کے خونی حملوں سے ہوئی تھی اور دین سے اخلاص و وفا کا تعلق اور اس کا دَرد و فکر رکھنے والے مسلمانوں کو آپ کا پیغام یہی ہو گا، کہ میری بگڑی ہوئی اُمت کی دینی حالت کی درستی کے لیے اور اس میں ایمانی روح اور اسلامی زندگی پھر سے پیدا کرنے کے لیے جو کچھ تم اس وقت کر سکتے ہو، اس میں کمی نہ کرو۔

اِس بندۂ عاجز کی اس بات کو اگر آپ کا دل قبول کرتا ہے تو اسی وقت فیصلہ کر لیجئے اور اپنے جی میں طے کر لیجئے کہ آئندہ سے اِس کام کو آپ اپنی زندگی کا جزو بنا لیں گے۔

یہ عاجز بندہ اپنے دل کے پورے یقین کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک کو مسرور و مطمئن کرنے اور آپ کی دعائیں لینے کا یہ خاص الخاص ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس وقت ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی (بلکہ اب تو مِصر و حجاز وغیرہ ممالک میں بھی)، مسلمانوں میں ایمانی روح اور دینی زندگی پیدا کرنے کی یہ کوشش ایک وسیع دعوت و تحریک کی شکل میں "تبلیغ" کے نام سے جاری ہے، آپ جہاں رہتے بستے ہوں وہیں اس کام کے کرنے والے اللہ کے دوسرے مخلص بندوں کے ساتھ مِل کر اس دینی جد و جہد میں اپنے حالات اور اپنی حیثیت کے مطابق حِصّہ لیں اور اس کے علاوہ جتنا کچھ اس سلسلہ میں انفرادی طور پر کر سکتے ہوں اس میں بھی کمی نہ کریں۔

یہ چھوٹی سی کتاب جو اِس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے

یہ بھی اسی دینی اصلاحی کوشش کے سلسلے کی ایک کڑی ہے، یہ خاص طور سے اسی واسطے لکھی گئی ہے کہ معمولی لکھے پڑھے مرد اور عورتیں بھی اس کو خود پڑھ کر اور دوسروں سے پڑھوا کر اور مسجدوں اور مجمعوں میں عام مسلمانوں کو اس کے مضامین سُنا کر اپنے میں اور دوسروں میں ایمانی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کی کوشش اپنی صلاحیت اور حیثیت کے مطابق کر سکیں اور اللہ تعالیٰ کو بے حد راضی کرنے والے، اور روحِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ خوش کرنے والے اس کام میں اپنے مقدور کے مطابق حِصّہ لیں

اس کتاب کے صفحات اگرچہ صرف (۲۴۴) ہی ہیں[1]۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں اب پورے دین کا لب لباب آگیا ہے، اور قرآن وحدیث کی وہ سب تعلیمات بیس[20] اسباق کی شکل میں جمع کر دی گئی ہیں جن سے واقف ہوکر اور جن پر عمل کر کے ایک عام آدمی نہ صرف اچھا مسلمان بلکہ انشاء اللہ مومن کامل اور اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ یہ کتاب ان غیر مسلموں کو بھی بے تکلف دی جا سکتی ہے جو اسلام کو سمجھنے اور اسلامی تعلیمات کو جاننے کا شوق رکھتے ہوں۔

غریب مؤلف کا کام بس اتنا ہی تھا کہ اللہ کی مدد و توفیق سے اس نے یہ کتاب مرتب کر دی اور کتب خانہ الفرقان کے کارکنوں نے (اللہ انھیں جزائے خیر دے)، اپنی استطاعت کی حد تک اس کو اچھی شکل میں چھاپنے کی ذمہ داری لی۔ اب اس سے وسیع پیمانے پر وہ اصلاح کا کام لینا جس کے لیے یہ لکھی گئی ہے، آپ سب حضرات کے تعاون اور فیصلے پر موقوف ہے اگر اس عاجز کے پاس مالی وسائل ہوتے تو ہندوستان کے حالات کا تو خصوصیت سے تقاضا تھا کہ لاکھوں کی تعداد میں یہ کتاب چھپوائی جاتی اور ہندوستان میں رہنے والے ہر پڑھے لکھے مسلمان کے پاس اس کا ایک ایک نسخہ پہنچا دیا جاتا لیکن اللہ کا معاملہ قدیم سے کچھ ایسا ہے کہ اس قسم کی آرزوئیں رکھنے والوں کو وسائل نہیں دیئے جاتے اور بلاشبہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔

بہر حال یہ بندہ تو اپنی اس آرزو کی تکمیل سے عاجز ہے، البتہ جن ایمان والوں اور ایمان والیوں کی نظر سے یہ کتاب گذرے، اگر وہ اللہ کی رضا اور روحِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت اور آخرت کا بے انتہا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے یہ عزم کرلیں کہ

---

[1] پہلے ایڈیشن میں اتنے ہی صفحات تھے۔ اس جدید ایڈیشن میں چونکہ کافی اضافے مختلف مقامات پر کیے گئے اس لیے اب کل صفحے ( ) ہیں۔ ۱۲۔

ہم زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک یہ کتاب یا اس کے مضامین پہنچائیں گے، تو انشاءاللہ بڑی حد تک اصل مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ ابھی میں نے اشارہ کیا، ہندوستان کے اس نئے دور میں مسلمانوں کے، اور اُن کی آئندہ نسلوں کے اسلام سے وابستہ رہنے کا تمام تر انحصار بظاہر اب اسی پر ہے کہ دین کی اہمیت اور احساس و شعور رکھنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر اُمتی عام مسلمانوں میں دینی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کو اپنا ذاتی فرض سمجھ لے اور اسلام کی تعلیم اور دین کے پیام کو ایک ایک مسلمان تک پہونچانا اپنا وظیفہ بنا لے، اِس وقت یہ کتاب اسی خاص ضرورت کے احساس کے تحت لکھی گئی ہے، کاش اللہ کے بندے اس کی اہمیت اور اس کی خاص نوعیت کو سمجھیں۔ واللّٰہ الموفق وھو المستعان

دو ضروری باتیں (۱) شروع کے بعض اسباق میں حدیثوں کا حوالہ دینے کا اِلتزام کیا گیا تھا، پھر بعد میں ضرورت نہیں سمجھی، کیوں کہ سب حدیثیں مشکوٰۃ شریف ہی سے لی گئی ہیں، بہرحال جن حدیثوں کا حوالہ مذکور نہیں ہے وہ سب مشکوٰۃ شریف ہی کی ہیں۔

۲۔ اس کتاب میں حدیثوں کے ترجمہ میں تو زیادہ تر، اور کہیں کہیں قرآنی آیات کے ترجمہ میں بھی میں نے ناظرین کی سہولت کے لیے حاصلِ مطلب لکھ دیا ہے، اور لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی ہے۔

عاجز و عاصی

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۶۹ ھ

شکرِ نعمت

(جدید اڈیشن ۱۳۷۶ھ، ۱۹۵۷ء کا مقدمہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالےٰ نے اپنے اِس عاجز بندہ پر جو بے شمار و بے حساب احسانات فرمائے ہیں۔ اُن میں سے ایک اس چھوٹی سی کتاب "اسلام کیا ہے"؟ کی تالیف بھی ہے۔

۴۷ء کے انقلاب کے بعد بڑی شدت اور قوت کے ساتھ دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس وقت کا سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری دینی کام یہ ہے کہ مسلمانوں میں اسلام کی واقفیت کو عام کرنے اور اسلام کے ساتھ ان کے تعلق کو گہرا اور مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ایسی کتاب کی تالیف کی ضرورت بھی محسوس ہوئی جو اسلام کی ضروری تعلیمات پر حاوی ہو۔ اور جس کا طرز کچھ دعوتی اور کچھ تعلیمی ہو۔ اور جس کی زبان سلیس اور آسان ہو اور اس کی ضخامت بھی زیادہ نہ ہو۔ اسی ضرورت کے پورا کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی گئی۔

اس تصنیف کے وقت خصوصیت سے پیشِ نظر کم تعلیم یافتہ قسم کے عام مسلمان ہی تھے، اور ان ہی حالت اور ذہنیت کا اس میں زیادہ لحاظ رکھا گیا تھا لیکن جب کتاب چھپ کر مختلف طبقوں پہونچی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص فضل و کرم

سے مسلمانوں کے قریب قریب سب ہی طبقوں کے لیے یہ کتاب یکساں طور پر مفید ہے۔

الحمد للہ، کتاب کی اشاعت اور مقبولیت بھی کم از کم اپنی توقع سے زیادہ ہی ہوئی ۷/۸ برس میں بیس ہزار کے قریب شائع ہو چکی ہے، اگرچہ ضرورت کے لحاظ سے یہ تعداد کچھ بھی نہیں ہے، لیکن خالص دینی کتابوں کی اشاعت کا اس زمانہ میں جو حال ہے اُس کے لحاظ سے اشاعت کی یہ رفتار بہر حال قابل صد شکر ہے۔

اس سلسلے میں اس واقعہ کے ذکر سے مجھے خاص خوشی ہے کہ اللہ کے بعض بندوں نے اس کتاب کو پڑھ کر اس کی اشاعت کو ایک دینی خدمت اور تبلیغی جدوجہد سمجھتے ہوئے مسلمانوں میں اس کو پھیلانے کی لوجہ اللہ جدوجہد کی حتیٰ کہ اس کے لیے اُنھوں نے دورے بھی کیے۔ ان مخلصین کے اِس للّٰہی تعاون کا یہ عاجز بندہ شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا، انھوں نے جس کے لیے یہ سب کچھ کیا۔ وہی اُن کو اپنے اس بندہ کی طرف سے بھی اس کا صلہ دے گا۔ اسی طرح بہت سے مدارس دینیہ میں یہ کتاب بغیر کسی تحریک اور کوشش کے داخلِ نصاب بھی کر لی گئی۔ پھر مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوا، اور گجراتی تو (اس ناچیز مصنّف کی اجازت ہی سے) کئی جگہ سے اور کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

اور سب سے زیادہ عجیب وغریب اور نہایت خوش کُن بات یہ ہے کہ بہت سے ہندو صاحبان نے اس کو پڑھ کر اس کے ہندی ایڈیشن کے لیے شدت سے تقاضا کیا۔ بمبئی کے ایک سفر میں ایک ہندو فوجی افسر نے یہ کتاب میرے ایک رفیق سے لے کر پڑھنی شروع کی اور ایسے شوق اور انہماک سے پڑھی کہ قریب قریب پوری کتاب پڑھ ڈالی اور جب اُن کو میرے اُسی رفیق سے یہ معلوم ہوا کہ میں اس کتاب کا مصنّف

ہوں تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسلام سے ہم ہندوؤں کی صحیح واقفیت کے لیے اس کتاب کا ہندی ایڈیشن شائع کرنا آپ کا فرض ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسلامی تعلیم کی خوبیوں کو آج ہی اس کتاب سے جانا ہے اور میرے دل پر اس کا بہت اثر پڑا ہے۔

دراصل یہ مقبولیت اور تاثیر محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، نہ اس میں مصنّف کی قابلیت کو دخل ہے، اور نہ کتاب کی کسی خوبی کو یہاں پہونچکر اس واقعہ کے اظہار کو بھی جی چاہتا ہے کہ اب سے ۸/۹ سال پہلے جن دنوں میں یہ کتاب لکھ رہا تھا میں خود بھی اس کی نافعیت و مقبولیت کے لیے اہتمام سے دعا کرتا تھا۔ اور اپنے بزرگوں سے بھی میں نے اس کے لیے خاص طور سے درخواست کی تھی، مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کی یہ تاثیر، اور یہ نافعیت ومقبولیت اللہ کے ان بندوں کی دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے

جدید اڈیشن میں اضافہ اور ترمیم

یہ پچھلے ۸ برسوں میں یہ کتاب ۱۵-۱۶ بار چھپی، لیکن بغیر کسی اضافہ اور ترمیم ہی کے چھپتی رہی۔ اب ۱۹۵۷ء کے شروع میں اس کا جو اڈیشن شائع ہو رہا ہے (جس کے مقدمہ کے طور پر یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں)، اس میں کتاب کے مختلف مقامات پر کافی اضافات کئے گئے ہیں، بعض سبقوں میں تو اضافہ اتنا ہو گیا ہے کہ سبق کے صفحات پہلے کی بہ نسبت دو گنے کے قریب ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ جا بجا عبارت میں ترمیم بھی

کی گئی ہے۔ان اضافات و ترمیمات کی وجہ سے کتاب کی ضخامت بھی بڑھ گئی ہے اضافوں کے لحاظ سے تو ضخامت بہت زیادہ بڑھنی چاہیئے تھی۔لیکن اس دفعہ کتابت کچھ باریک کرائی گئی ہے اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ضخامت کافی بڑھ جاتی اور قیمت میں میں بھی اضافہ کرنا پڑتا۔

طباعت کا اہتمام کرنے والوں نے اپنے امکان بھر اس کی کوشش کی ہے کہ کتابت و طباعت کا معیار بھی پہلے سے کچھ بلند ہی رہے۔

بہر حال جو کچھ ہوا، اور جو کچھ ہوگا۔ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے اور ہوگا۔ اس لیے ساری حمد اور سارا شکر اوّل و آخر اُسی کے لیے ہے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

جمادی الآخر ۱۳۷۶ھ (جنوری سنہ ۱۹۵۷ء)

جدید ایڈیشن

اضافات اور ترمیم کے ساتھ
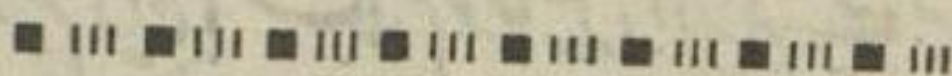
اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت

اور

دین سیکھنے کی فضیلت

بھائیو! اتنی بات تو آپ سب جانتے ہوں گے کہ اسلام کسی قوم اور ذات برادری کا نام نہیں ہے کہ اس میں پیدا ہونے والا ہر آدمی آپ سے آپ مسلمان ہو اور مسلمان بننے کے لئے اس کو کچھ کرنا نہ پڑے۔ جس طرح شیخ یا سیّد خاندان میں پیدا ہونے والا بچہ خود بخود شیخ یا سیّد ہو جاتا ہے اور اس کو شیخ یا سیّد بننے کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا۔

بلکہ **اسلام** نام ہے اُس دین کا اور اس طریقے پر زندگی گذارنے کا جو اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اور جو قرآن شریف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں

تبلایا گیا ہے، پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اس طریقے پر چلے وہی اصلی مسلمان ہے، اور جو لوگ نہ اس دین کو جانتے ہیں اور نہ اس پر چلتے ہیں وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اصلی مسلمان بننے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔

ایک یہ کہ ہم دینِ اسلام کو جانیں اور کم سے کم اس کی ضروری اور بنیادی باتوں کا ہمیں علم ہو

دوسرے یہ کہ ان کو مانیں اور اُن کے مطابق چلنے کا فیصلہ کریں اسی کا نام اسلام ہے، اور مسلمان ہونے کا یہی مطلب ہے۔ پس اسلام کا علم حاصل کرنا یعنی دین کی ضروری باتوں کا جاننا مسلمان ہونے کی سب سے پہلی شرط ہے، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجہ وبیہقی)

(یعنی علمِ دین حاصل کرنے کی کوشش اور طلب ہر مسلمان پر فرض ہے)

اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ دین میں جو چیز فرض ہے اس کا کرنا عبادت ہے، اس لئے دین سیکھنا اور دینی باتیں جاننے کی کوشش کرنا بھی عبادت ہے اور اللہ کے یہاں اس کا بہت بڑا ثواب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں ایک حدیث میں ہے، کہ:-

"جو شخص دین سیکھنے کے لئے گھر سے نکلے وہ جب تک اپنے گھر واپس نہ آئے وہ اللہ کے راستہ میں ہے"

(ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

" جو شخص دین کی طلب میں اور دینی باتیں سیکھنے کے لیے کسی راستہ پر چلے گا تو اللہ تعالےٰ اس کیلئے جنّت کا راستہ آسان کر دے گا

(مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

" علمِ دین کی طلب اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا پچھلے گناہوں کا کفارّہ ہے۔ (یعنی اس سے آدمی کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔)"

(ترمذی)

الغرض دین کا سیکھنا اور اسلام کی ضروری ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ چاہے وہ امیر ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، مرد ہو یا عورت اور اوپر کی حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اس کام میں جو وقت لگتا ہے اور اس کیلئے جو محنت کرنی پڑتی ہے، اللہ تعالےٰ کے یہاں اس کا بہت بڑا اجر و ثواب ملنے والا ہے۔ اس لئے ہم سب کو طے کر لینا چاہیئے کہ ہم دین سیکھنے کی اور اسلام کی ضروری ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔

جو مسلمان بھائی عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے یا کام کاج کی مشغولیت کی وجہ سے کسی مدرسہ میں داخل ہو کر اور باقاعدہ اس کے طالب علم بن کر دین کا علم حاصل نہیں کر سکتے، ان کے لئے دین سیکھنے اور دین کی ضروری باتیں معلوم کرنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ اگر وہ پڑھے لکھے ہیں تو دین کی معتبر کتابیں دیکھا کریں، اور جو پڑھے لکھے نہیں ہیں یا بہت کم پڑھے ہیں وہ اچھے پڑھے لکھوں سے ایسی کتابیں پڑھوا کر سُنا کریں اگر گھروں میں، بیٹھکوں میں، مجمعوں اور مسجدوں میں ایسی کتابیں پڑھنے اور سننے سنانے کا رواج ہو جائے تو ہر طبقے کے مسلمانوں میں دین کا علم عام ہو سکتا ہے۔

یہ چھوٹی سی کتاب خاص اسی غرض سے اور اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے، اس میں دین کی تمام وہ ضروری باتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ہدائتیں جو ہر مسلمان کو معلوم ہونی چاہیئیں، بہت آسان زبان میں لکھی گئی ہیں۔

آؤ ان باتوں کو خود سیکھیں، دوسروں کو سکھائیں اور بتائیں اور دنیا میں ان اسلامی باتوں کو رواج دینے اور پھیلانے کی کوشش کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں، حدیث شریف میں ہے کہ:-

جو شخص دین کو سیکھنے اور جاننے کی اس لئے کوشش کرے کہ اس کے ذریعے وہ اسلام کو زندہ کرے (یعنی دوسروں میں اس کو پھیلائے اور لوگوں کو اس کے

مطابق چلائے) اور اسی اثنا میں اُس کو موت
آجائے تو آخرت میں وہ پیغمبروں کے اِس
قدر قریب ہوگا کہ اس کے اور پیغمبروں کے
درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔
(دارمی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ خود دین سیکھیں اور
دوسروں کو سکھائیں، خود دین پر چلیں اور اللہ کے دوسرے بندوں
کو اس پر چلانے کی کوشش کریں۔

پہلا سبق

کلمۂ طیّبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (یعنی کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

بھائیو! یہی کلمہ اسلام کا دروازہ اور دین و ایمان کی جڑ بنیاد ہے اس کو قبول کر کے اور اعتقاد کے ساتھ پڑھ کر عمر بھر کا کافر اور مشرک بھی مومن اور مسلمان اور نجات کا مستحق ہو جاتا ہے، مگر یہ شرط ہے کہ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا جو اقرار ہے۔ اُس کو اس نے سمجھ کر مانا اور قبول کیا ہو، پس اگر کوئی شخص توحید و رسالت کو بالکل بھی نہ سمجھا ہو اور بغیر معنی مطلب سمجھے اُس نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہو تو وہ اللہ کے نزدیک مومن اور مسلمان نہ ہو گا، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کلمہ کے معنی اور مطلب کو سمجھیں۔

اس کلمہ کے دو جزو ہیں۔ پہلا جزو ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ... اس میں اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار ہے اور اس کا مطلب یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے
لائق ہو، بس اللہ تعالیٰ ہی کی ایک اکیلی ایسی ہستی ہے جو عبادت اور
بندگی کے قابل ہے۔

کیوں کہ وہی ہمارا اور سب کا خالق و مالک ہے۔ وہی پالنے والا
اور روزی دینے والا ہے، وہی مارنے والا اور جِلانے والا ہے۔
بیماری اور تندرستی، امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ اور نفع
نقصان صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اُس کے سوا زمین و
آسمان میں جو ہستیاں ہیں خواہ انسان ہوں یا فرشتے، سب اُسکے بندے
اور اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اس کی خدائی میں کوئی اسکا شریک
اور ساجھی نہیں ہے اور نہ اُس کے حکموں میں اُلٹ پُلٹ کا کسی کو
اختیار ہے اور نہ اُس کے کاموں میں دخل دینے کی کسی کو مجال ہے
لہٰذا بس وہی اور صرف وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کیجائے
اور اُسی سے لَو لگائی جائے اور مشکلوں اور مصیبتوں اور اپنی تمام
حاجتوں میں گڑگڑا گڑگڑا کر اُسی سے دُعا اور التجا کی جائے۔

اور وہ ہی حقیقی مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے یعنی ساری
دنیا کا بادشاہ ہے اور سب حاکموں سے بالاتر اور بڑا حاکم ہے، لہٰذا
ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کو مانا جائے اور پوری وفاداری کے
ساتھ اُس کے حکموں پر چلا جائے اور اُس کے حکم کے مقابلے میں
کسی دوسرے کا کوئی حکم ہرگز نہ مانا جائے خواہ وہ کوئی ہو، اگرچہ اپنا

باپ ہی ہو یا حاکمِ وقت ہو یا برادری کا چودھری ہو یا کوئی پیارا دوست ہو یا خود اپنے دل کی خواہش اور اپنے جی کی چاہت ہو، الغرض جب ہم نے جان لیا اور مان لیا کہ بس ایک اللہ ہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے اور ہم صرف اسی کے بندے ہیں تو چاہیئے کہ ہمارا عمل بھی اسی کے مطابق ہو۔ ——— اور دنیا کے لوگ ہمیں دیکھ کر سمجھ لیا کریں کہ یہ صرف اللہ کے بندے ہیں جو اللہ کے حکموں پر چلتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے جیتے اور مرتے ہیں

اَلغَرَض لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمارا اقرار اور اعلان ہو۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمارا اعتقاد اور ایمان ہو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمارا عمل اور ہماری شان ہو

بھائیو! یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ دین کی بنیاد کی پہلی اینٹ اور سارے نبیوں کا سب سے اہم اور اوّلین سبق ہے اور دین کی تمام باتوں میں اس کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔ آپؐ نے فرمایا:-

"ایمان کے ستر سے بھی اوپر شعبے ہیں اور ان میں سب سے افضل اور اعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا قائل ہونا ہے (بخاری ومسلم)

اسی لئے ذکروں میں بھی سب سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ذکر ہے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے۔

"اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ تمام ذکروں میں افضل واعلیٰ لا الٰہ الا اللہ ہے" (ابن ماجہ و نسائی)

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ:-

"اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا پلڑہ ہی بھاری رہے گا۔" (شرح السنہ)

بھائیو! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں یہ فضیلت اور وزن اسی لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا عہد و اقرار ہے، یعنی صرف اسی کی عبادت و بندگی کرنے اور اس کے حکموں پر چلنے اور اسی کو اپنا مقصود و مطلوب بنانے اور اسی سے لَو لگانے کا فیصلہ اور معاہدہ ہے اور یہی تو ایمان اور اسلام کی روح ہے اور اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اس کلمہ کو بار بار پڑھ کے اپنے ایمان تازہ کیا کریں۔ بہت مشہور حدیث ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- کہ "لوگو! اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہا کرو۔" بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کس طرح اپنے ایمانوں کو تازہ کریں؟ آپ نے فرمایا:- لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کثرت سے پڑھا کرو۔" (مسند احمد۔ جمع الفوائد)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے پڑھنے سے ایمان کے تازہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید یعنی صرف اسی کی عبادت و بندگی اور سب سے زیادہ اسی کی فدائیت و محبت اور اس کی اطاعت

کا عہد اور اقرار ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا یہ ہی تو ایمان کی روح ہے پس ہم جتنا بھی سمجھ کے اور دھیان کے ساتھ اس کلمہ کو پڑھیں گے یقینا اتنا ہی ہمارا ایمان تازہ اور ہمارا عہد پختہ ہوگا اور انشاء اللہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پھر ہمارا عمل اور ہمارا حال ہو جائے گا

پس بھائیو! طے کر لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ارشاد کے مطابق ہم اس کلمہ کو دھیان کے ساتھ اور سچے دل سے کثرت کے ساتھ پڑھا کریں گے تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہوتا رہے، اور ہماری پوری زندگی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے سانچے میں ڈھل جائے۔

یہاں تک کلمہ شریف کے صرف پہلے جزء لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا بیان ہوا

ہمارے کلمہ کا دوسرا جزء ہے

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ"

اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ خدا ہونے کا اقرار اور اعلان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اور آپ نے جو کچھ بتلایا، اور جو خبریں دیں وہ سب صحیح اور بالکل حق ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کا خدا کیطرف سے ہونا، فرشتوں کا ہونا، قیامت کا آنا، قیامت کے بعد مُردوں کا پھر سے زندہ کیا جانا، اور اپنے اپنے اعمال کیمطابق جنّت یا دوزخ میں جانا وغیرہ وغیرہ۔

اَلغَرَض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ خدا ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے جو باتیں اس طرح کی دنیا کو بتلائی ہیں وہ خدا کی طرف سے خاص اور یقینی علم حاصل کر کے بتلائی ہیں ۔ اور وہ سب بالکل حق اور صحیح ہیں جن میں کبھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ، اور اسی طرح آپ نے لوگوں کو جو ہدایتیں کیں اور جو احکام دیئے وہ سب دراصل خدا کی ہدایات اور خدائی احکام ہیں ، جو آپ پر وحی کئے گئے تھے ۔ اسی سے آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ کسی کو رسول ماننے سے خود بخود ہی یہ لازم آجاتا ہے کہ اس کی ہر ہدایت اور ہر حکم کو مانا جائے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا رسول اسی واسطے بناتا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو اپنے وہ احکام بھیجے جن پر وہ بندوں کو چلانا چاہتا ہے ۔

قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے ۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

"اور ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا کہ ہمارے فرمان سے اکی اطاعت کی جائے یعنی اس کے حکموں کو مانا جائے ۔

الغرض رسُول پر ایمان لانے اور اسکو رسُول ماننے کا مقصد ومطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات کو بالکل حق مانا جائے ۔ اور اسکی تعلیم وہدایت کو خدا کی تعلیم وہدایت سمجھا جائے اور اس کے حکموں پر چلنے کا فیصلہ کر لیا جائے پس اگر کوئی شخص کلمہ تو پڑھتا ہو مگر اپنے متعلق اس نے یہ طے نہ کیا ہو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلائی ہوئی ہر بات کو بالکل حق اور اسکے

خلاف تمام باتوں کو غلط جانوں گا اور انکی شریعت اور ان کے حکموں پر چلوں گا تو وہ آدمی دراصل مومن اور مسلمان ہی نہیں ہے اور شاید اُس نے مسلمان ہونے کا مطلب ہی نہیں سمجھا ہے۔

کھُلی ہوئی بات ہے کہ جب ہم نے کلمہ پڑھ کے حُضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا برحق رسول مان لیا تو ہمارے لئے ضروری ہوگیا کہ اُنکے حکموں پر چلیں اور اُنکی سب باتیں مانیں، اور اُنکی لائی ہوئی شریعت پر پورا عمل کریں۔

کلمہ شریف دراصل ایک عہد اور اقرار ہے

کلمہ شریف کے دونوں جز (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کے مطلب کی جو تشریح اور وضاحت اوپر کی گئی ہے اُس سے آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ یہ کلمہ دراصل ایک اقرار نامہ اور عہد نامہ ہے اس بات کا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق اور معبود و مالک مانتا ہوں اور دنیا و آخرت کی ہر چیز کو صرف اُسی کے قبضہ و اختیار میں سمجھتا ہوں لہٰذا میں اُس کی اور صرف اُسی کی عبادت اور بندگی کرونگا اور بندہ کو جسطرح اپنے مولا و آقا کے حکموں پر چلنا چاہیئے اُسی طرح میں اسکے حکموں پر چلونگا اور ہر چیز سے زیادہ میں اُس سے محبت اور تعلق رکھوں گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں، اب میں ایک امتی کیطرح انکی اطاعت و پیروی کرونگا اور انکی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہونگا۔ دراصل اسی عہد و اقرار کا نام ایمان ہے اور توحید و رسالت کی شہادت دینے کا بھی یہی مقصد و مطلب ہے۔

لہٰذا کلمہ پڑھنے والے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو اس عہد و شہادت

کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گذرے تاکہ وہ اللہ کے نزدیک ایک سچا مومن و مسلم ہو، اور نجات و جنت کا حقدار ہو۔

ایسے خوش نصیبوں کیلئے بڑی بشارتیں آئی ہیں جو کلمہ شریف کے ان دونوں جزو (توحید و رسالت) کو سچے دل سے قبول کریں اور دل وزبان اور عمل سے اسکی شہادت دیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

"جو کوئی سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دے تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ ایسے شخص پر حرام کردی ہے۔ (بخاری ومسلم)

بھائیو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کی حقیقت اور ان کے وزن کو خوب سمجھ کے دل وزبان سے اس کی شہادت دو اور فیصلہ کرو کہ اپنی زندگی اس شہادت کیمطابق گذاریں گے۔ تاکہ ہماری شہادت جھوٹی نہ ٹھہرے کیونکہ اس شہادت ہی پر ہمارے ایمان واسلام کا اور ہماری نجات کا دار ومدار ہے، پس چاہیئے کہ۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا پکا اعتقاد وایمان ہو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا اقرار واعلان ہو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہماری زندگی کا اصول اور پوری دنیا کے لئے ہمارا پیغام ہو، اسی کو پھیلانے اور اونچا کرنے کے لئے ہم جئیں اور مریں۔

دوسرا سبق (۲)

نماز

نماز کی اہمیت اور اس کی تاثیر

اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور توحید و رسالت کی گواہی دینے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں "نماز" ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے جو دن میں پانچ دفعہ فرض کی گئی ہے قرآن شریف کی پچاسوں آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں حدیثوں میں نماز کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے، اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بنیاد کہا گیا ہے۔

نماز کی یہ خاص تاثیر ہے کہ اگر وہ ٹھیک طریقے سے ادا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے پورے دھیان سے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے آدمی کا دل پاک صاف ہوتا ہے اور اس کی زندگی درست ہو جاتی ہے، اور برائیاں اس سے چھوٹ جاتی ہیں اور نیکی اور سچائی کی محبت اور خدا کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں دوسرے تمام فرضوں سے زیادہ اسکی تاکید ہے

اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپؐ کے پاس آکر اسلام قبول کرتا تو آپؐ توحید کی تعلیم کے بعد پہلا عہد اس سے "نماز" ہی کا لیا کرتے تھے، الغرض کلمہ کے بعد نماز ہی اسلام کی بنیاد ہے۔

نماز نہ پڑھنا اور نماز نہ پڑھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز نہ پڑھنے کو کفر کی بات اور کافروں کا طریقہ قرار دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے، اُس کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔

(صحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ بندہ اگر نماز چھوڑ دے گا تو کفر سے مل جائے گا اور اس کا یہ عمل کافروں کا سا عمل ہو گا۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:-

"اسلام میں اُس کا کچھ بھی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھتا ہو"

(درمنثور بحوالہ مسند بزار)

نماز پڑھنا کتنی بڑی دولت اور کیسی نیک بختی ہے، اور نماز چھوڑنا

کتنی بڑی ہلاکت اور کیسی بدبختی ہے اُس کا اندازہ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک حدیث اور سُنیئے۔: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

"جو کوئی نماز کو اچھی طرح اور پابندی سے ادا کرے گا تو اُس کے واسطے قیامت میں وہ نور ہوگی۔ اور اس کے لئے (ایمان واسلام کی) دلیل ہوگی، اور نجات دلانے کا ذریعہ بنے گی اور جو کوئی اِس کو خیال سے اور پابندی سے ادا نہیں کرے گا تو وہ اس کے لئے نہ نور ہوگی اور نہ دلیل بنے گی اور نہ وہ اس کو عذاب سے نجات دلائے گی، اور وہ شخص قیامت میں قارون، فرعون، اور ھامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد)

بھائیو! ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہیئے کہ اگر ہم نے اچھی طرح اور پابندی سے نماز پڑھنے کی عادت نہ ڈالی تو پھر ہمارا حشر اور ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے۔

نماز نہ پڑھنے والوں کی میدانِ حشر میں رُسوائی

نماز نہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے جو سخت ذِلّت اور رسوائی اُٹھانا پڑے گی، اس کو قرآنِ مجید کی ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ط وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝ (سورۃ قلم)

اس آیت کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن (جبکہ نہایت سخت گھڑی ہوگی۔ اور شروع دنیا سے لے کر قیامت تک کے سارے انسان محشر میں جمع ہوں گے) تو اللہ تعالےٰ کی ایک خاص تجلّی ظاہر ہوگی اور اس وقت پکارا جائے گا کہ سب لوگ اللہ کے حضور سجدے میں گر جائیں، تو جو خوش نصیب اہلِ ایمان دنیا میں نماز پڑھتے تھے اور اللہ کو سجدے کیا کرتے تھے۔ وہ تو فوراً سجدے میں چلے جائیں گے۔ لیکن جو لوگ تندرست اور اچھے ہٹے کٹے ہونے کے باوجود نمازیں نہیں پڑھتے تھے، اُن کی کمریں اس وقت تختے کی مانند سخت کردی جائیں گی۔ اور وہ کافروں کے ساتھ کھڑے رہ جائیں گے، سجدہ نہ کرسکیں گے، اور اُن پر سخت ذلت وخواری کا عذاب چھا جائے گا اور ان کی نگاہیں نیچی ہونگی اور وہ آنکھ اُٹھاکر کچھ دیکھ بھی نہ سکیں گے۔ دوزخ کے عذاب سے پہلے ذلّت وخواری کا یہ عذاب انھیں سرِ محشر ساری دنیا کے سامنے اٹھانا ہوگا، اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے۔

دراصل نماز نہ پڑھنے والا شخص ایک طرح سے خدا کا باغی ہے اور وہ جسقدر بھی ذلیل ورسوا کیا جائے۔ اور جتنا بھی اس کو عذاب دیا جائے بلاشبہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اُمّت کے بعض اماموں کے نزدیک تو نماز

چھوڑنے والے لوگ دین سے خارج اور مرتدوں کی طرح قتل کئے جانے کے قابل ہیں۔

بھائیو! ہم سب کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ نماز کے بغیر اسلام کا دعویٰ بے ثبوت اور بے بنیاد ہے۔ نماز پڑھنا ہی وہ خالص اسلامی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق جوڑتا ہے، اور ہم کو اس کی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔

نماز کی برکتیں

جو بندہ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر دست بستہ، کھڑا ہوتا ہے۔ اس کی حمد وثنا کرتا ہے، اس کے سامنے جھکتا ہے اور، سجدے میں گرتا ہے اور اُس سے دعائیں کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت و رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور ہر ہر وقت کی نماز سے اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اس کے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور اسکی زندگی گناہوں کے میل کچیل سے پاک وصاف ہو جاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بڑی اچھی مثال دیکر فرمایا:۔

بتلاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو جس میں وہ ہر دن میں پانچ دفعہ نہاتا ہو، تو کیا اُس کے جسم پر کچھ بھی میل رہے گا؟" لوگوں نے عرض کیا:۔ حضور، کچھ بھی نہ رہے گا"، آپؐ نے ارشاد فرمایا "بس پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ

ان کی برکت سے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے،،
(بخاری و مسلم)

جماعت کی تاکید اور فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اصل فضیلت اور برکت حاصل ہونے کے لئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھی شرط ہے اور اس کی اتنی سخت تاکید ہے کہ جو لوگ غفلت سے یا سستی سے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اُنکے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا تھا، کہ :-

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں
(صحیح مسلم)

بس اسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت کا چھوڑنا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ناپسند ہے، اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ :-

"جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا پڑھنے سے ۲۷ گنا زیادہ ہوتا ہے[1] -،، (بخاری و مسلم)

---

[1] واضح رہے کہ جماعت کی یہ تاکید اور فضیلت صرف مردوں کے لئے ہے، حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ عورتوں کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے سے زیادہ ملتا ہے۔ ۱۲

پابندی کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے میں آخرت کے ثواب کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے فائدے ہیں مثلاً یہ کہ جماعت[۱] کی پابندی سے آدمی میں وقت کی پابندی کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ دن[۲] رات میں پانچ دفعہ محلہ کے سب مسلمان بھائیوں کا ایک جگہ اجتماع ہو جاتا ہے جس سے بڑے بڑے فائدے اُٹھائے جا سکتے ہیں۔ جماعت[۳] کی پابندی سے نماز کی پوری پابندی نصیب ہو جاتی ہے، اور جو لوگ جماعت کی پابندی نہیں کرتے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان کی نمازیں کثرت سے قضا ہوتی ہیں۔ اور[۴] ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہر آدمی کی نماز پوری جماعت کا جز بن جاتی ہے۔ جس میں اللہ کے ایسے نیک اور صالح بندے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی نمازیں بڑی اچھی خشوع و خضوع والی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کو قبول فرماتا ہے، اور اللہ تعالےٰ کی شانِ کریمی سے یہ ہی امید ہے کہ جب وہ جماعت کے کچھ لوگوں کی نمازیں قبول فرمائے گا، تو اُن کے ساتھ نماز پڑھنے والے دوسرے لوگوں کی بھی قبول فرمائیگا اگرچہ ان کی نمازیں اس درجہ کی نہ ہوں۔ ع

بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

پس ہم میں سے ہر شخص کو سوچنا چاہیئے کہ بلا کسی سخت مجبوری کے جماعت کھو دینا کتنے بڑے ثواب سے اور کتنی برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کر دینا ہے۔

خشوع و خضوع کی اہمیت

خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوتے نماز اس طرح پڑھی جائے کہ دل اس کی محبت سے بھرا ہوا ہو، اور اس کے خوف سے اور اس کی بڑائی وعظمت کے خیال سے سہما ہوا ہو، جیسے کوئی مجرم کسی بڑے سے بڑے حاکم و بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ کھڑا ہو تو خیال کرے کہ میں اپنے اللہ کے سامنے حاضر ہوں اور اُس کی تعظیم میں کھڑا ہوں رکوع کرے تو خیال کرے کہ میں اُسی کے آگے جھک رہا ہوں، اسی طرح جب سجدہ کرے تو خیال کرے کہ میں اُس کے حضور میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور اُس کے سامنے اپنی ذلت اور عاجزی ظاہر کر رہا ہوں اور بہت اچھا تو یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں اور رکوع و سجدے میں جو کچھ پڑھے اُس کو سمجھ سمجھ کر پڑھے در اصل نماز کا اصلی مزہ جب ہی ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جائے اس کے معنی و مطلب سمجھ کر پڑھا جائے (نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اُس کے معنی یاد کر لینا بڑا آسان ہے)۔

نماز میں خشوع و خضوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ در اصل نماز کی رُوح اور اس کی جان ہے اور اللہ کے جو بندے ایسی نماز پڑھیں اُن کی نجات اور کامیابی یقینی ہے۔

قرآن شریف میں ہے :-

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلوٰتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۵

کامیاب اور بامراد ہیں وہ ایمان والے جو اپنی نمازیں خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"پانچ نمازیں اللہ تعالےٰ نے فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کے لئے وضو کیا، اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا۔ اور رکوع وسجدہ بھی جیسے کرنا چاہیئے ـــــ ویسے ہی کیا، اور خوب خشوع کے ساتھ ان کو ادا کیا، تو ایسے شخص کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا (یعنی جس نے اتنی اچھی طرح نماز نہ پڑھی) تو اس کے لئے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ چاہے گا تو اسکو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا

(مسند احمد سنن ابوداؤد)

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ آخرت کے عذاب سے نجات پائیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ہی ہم کو بخشدیں تو ہمیں چاہیئے کہ اس حدیث شریف کے مضمون کے مطابق پانچوں وقت کی نماز ہم اچھے سے اچھے طریقے سے پڑھا کریں۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

جب نماز کا وقت آئے تو ہمیں چاہیئے کہ پہلے اچھی طرح وضو

کریں اور یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کے لئے اور اس کی عبادت کے لئے یہ پاکی اور یہ صفائی ضروری ہے، اللہ تعالےٰ کا یہ احسان ہے کہ اُس نے وضو میں بھی ہمارے لئے بڑی رحمتیں اور برکتیں رکھی ہیں حدیث شریف میں ہے کہ وضو میں جسم کے جو حصے اور جو اعضاً دھوئے جاتے ہیں ۔ ان اعضاء سے ہونے والے گناہ وضو ہی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں اور ان گناہوں کا ناپاک اثر گویا وضو کے پانی سے دُھل جاتا ہے۔

وضو کے بعد جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگیں تو چاہیئے کہ خوب اچھی طرح دل میں یہ خیال جمائیں کہ ہم گنہ گار اور روسیاہ بندے اپنے اس مالک و معبود کے سامنے کھڑے ہو رہے ہیں۔ جو ہمارے ظاہر و باطن اور کھُلے چھپے سب حالات جانتا ہے۔ اور قیامت کے روز ہم کو اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ پھر جس وقت کی نماز پڑھنی ہو، خاص اُسی وقت کی نیت کر کے اور قاعدہ کے مطابق کانوں تک ہاتھ اُٹھا کے دل و زبان سے کہنا چاہیئے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ — اللہ سب سے بڑا ہے

پھر ہاتھ باندھ کر اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا پورا دھیان کر کے پڑھنا چاہیئے۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَ — اے میرے اللہ پاک ہے تیری ذات
تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ — اور تیرے ہی لئے ہے ہر تعریف اور برکت

وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ ط

والا ہے تیرا نام، اور اونچی ہے تیری شان اور
تیرے سوا کوئی معبود نہیں

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑی
رحمت والا نہایت مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ
يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝
آمِيْنَ ط

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب
جہانوں کا پروردگار ہے، بڑی رحمت والا
اور نہایت مہربان ہے جزا کے دن کا مالک ہے ہم
تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے
ہیں اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پر چلا اُن
اچھے بندوں کے راستے پر جن پر تو نے فضل
فرمایا، نہ اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غضب و غصہ ہوا اور نہ اُن کے
جو گمراہ ہوئے اے اللہ میری یہ دعا قبول فرمالے۔

اس کے بعد کوئی سورت یا کسی سورت کا کچھ حصہ پڑھے
ہم یہاں قرآن شریف کی چھوٹی چھوٹی چار سورتیں ترجمہ کے
ساتھ درج کرتے ہیں۔

۱: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ
خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ

قسم ہے زمانے کی کہ سارے انسان
ٹوٹے میں ہیں اور ان کا انجام بہت برا ہونے
والا ہے، سوا اُن کے جو ایمان لائے اور اُنہوں

تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی اور صبر کی وصیت کی۔

۲:۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

کہو! اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کے اُسکے اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اُس کے برابر ہے

۳:۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

کہو! میں صبح کی روشنی کے رب کی پناہ لیتا ہوں، اُسکی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے اور پھونکنے والیوں کے شر سے گرہوں میں (یعنی ٹونے ٹوٹکے کرنے والی عورتوں کے شر سے) اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے

۴:۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

کہو میں پناہ لیتا ہوں سب آدمیوں کے رب کی سب کے بادشاہ اور سب کے معبود کی، بُرا خیال ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانیوالے کے شر سے، جو آدمیوں کے دلوں میں بُرے خیال ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے۔

بہرحال الحمد شریف کے بعد قرآن شریف کی کوئی سورت یا اس

کا کچھ حصہ پڑھنا چاہیئے ہر نماز میں اتنی قرأت ، لیعنی اتنا قران پڑھنا ضروری ہے ۔ جب یہ قرأت کر چکے تو اللہ تعالےٰ کی شان کی بڑائی اور کبریائی کا دھیان کرتے ہوئے دل و زبان سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور بار بار کہے ۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ط سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ط

پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ط

پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے

جس وقت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بڑائی کا یہ کلمہ زبان پر جاری ہو اُس وقت دل میں بھی اس کی پاکی اور عظمت کا پورا پورا دھیان ہونا چاہیئے ۔ اس کے بعد رکوع سے سر اُٹھائے اور کہے :-

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ط

اللہ نے اُس بندہ کی سُن لی جس نے اُسکی تعریف بیان کی

اس کے بعد کہے :-

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ط

اے ہمارے مالک اور پروردگار سب تعریف تیرے ہی لئے ہے

اِس کے بعد پھر دل و زبان سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور اپنے مولا کے سامنے سجدہ میں گر جائے اور یکے بعد دیگرے دو سجدے کرے اور ان سجدوں میں اللہ تعالےٰ کا پورا دھیان کر کے

اور اپنے سامنے اس کو حاضر ناظر جان کے اور اُس کو اپنا مخاطب بنا کے زبان سے اور زبان کے ساتھ دل و جان سے کہے اور بار بار کہے۔

سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلےٰ سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلےٰ

پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے

سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلےٰ

پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے۔

سجدے کی حالت میں جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اُس وقت دل میں عاجزی اور کمتری کا اور اللہ تعالےٰ کی پاکی اور بیحد بلندی کا پورا پورا دھیان ہونا چاہیئے، یہ دھیان اور یہ خیال جتنا زیادہ اور جتنا گہرا ہوگا۔ نماز اتنی ہی زیادہ اچھی اور زیادہ قیمتی ہوگی، کیونکہ یہی نماز کی روح ہے۔

یہ صرف ایک رکعت کا بیان ہوا، پھر جتنی رکعت نماز پڑھنی ہو اسی طرح پڑھنی چاہیئے، البتہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ صرف پہلی ہی رکعت میں پڑھا جاتا ہے۔

نماز کے آخر میں اور درمیان میں جب بیٹھتے ہیں تو التحیات پڑھتے ہیں جو گویا نماز کا خلاصہ اور جوہر ہے اور وہ یہ ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ	ادب و تعظیم کے سب کلمے اللہ ہی کے لئے ہیں
وَالصَّلوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ط	اور سب عبادتیں اور صدقے اللہ ہی کے واسطے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ — ہیں سلام ہو تم پر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۔ — سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ — میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں سوا اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تین رکعت اور چار رکعت والی نمازوں میں جب دوسری رکعت پہ بیٹھتے ہیں تو صرف التحیات ہی پڑھی جاتی ہے اور آخری رکعت پر جب بیٹھتے ہیں تو التحیات کے بعد درود شریف اور ایک دعا بھی پڑھتے ہیں ہم ان دونوں کو بھی یہاں درج کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ — اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُنکی آل پر خاص رحمت فرما جیسے تونے حضرت ابراہیمؑ پر اور اُنکی آل پر رحمت کی تو بڑی تعریفوں والا ہے، بزرگی والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ — اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُنکی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے تُونے حضرت ابراہیمؑ پر اور اُنکی آل پر برکتیں نازل کیں تو بڑی تعریفوں والا ہے بزرگی والا ہے۔

یہ درُود شریف دراصل رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ کی آل کے لئے (یعنی آپ کے گھر والوں اور آپ سے خاص دینی تعلق رکھنے والوں کے لیے)، رحمت اور برکت کی دُعا ہے۔ ہم کو دین کی نعمت اور

نماز کی دولت چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے سے ملی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان کے شکریہ کے طور پر ہمارے ذمہ مقرر کیا ہے کہ جب نماز پڑھیں تو اسکے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص متعلقین کیلئے رحمت و برکت کی دُعا بھی کریں پس ہمیں چاہیئے کہ ہر نماز کے آخر میں التحیات پڑھنے کے بعد ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اِس احسان کو یاد کر کے دِل سے اُن پر یہ درُود شریف پڑھیں اور اِن کے واسطے رحمت و برکت کی دعا مانگیں۔ پھر دُرود شریف کے بعد اپنے لئے یہ دعا کریں اور اس کے بعد سلام پھیر دیں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؕ

اے میرے اللہ میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا (اور تیری فرمانبرداری اور عبادت میں مجھ سے بڑا قصور ہوا) اور تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں پس تو مجھے محض اپنے فضل سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اس دُعا میں اپنے گناہوں اور قصوروں کا اقرار ہے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور رحم کی التجا ہے۔ درحقیقت بندہ کیلئے یہی مناسب ہے کہ وہ نماز جیسی عبادت کر کے بھی اپنے قصور کا اقرار کرے اور اپنے کو گُنہ گار اور قصور وار سمجھے اور اللہ کی بخشش اور اسکی رحمت ہی کو اپنا سہارا سمجھے اور عبادت کی وجہ سے کوئی غرور اس میں پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہم سے کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا۔

اِس سبق میں نماز کے متعلق جو کچھ بیان کرنا تھا وہ سب بیان کیا جا چکا۔ آخر میں ہم پھر کہتے ہیں کہ نماز وہ کیمیا اثر عبادت ہے کہ اگر اس کو دھیان کے ساتھ اور سمجھ سمجھ کے اور خشوع و خضوع سے ادا کیا جائے جیسا کہ اوپر ہم نے بتلایا ہے تو وہ انسان کو اعمال و اخلاق میں فرشتہ بنا سکتی ہے۔ بھائیو! **نماز کی قدر و قیمت کو سمجھو۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّت کے نماز پر قائم رہنے کی اتنی فکر تھی کہ بالکل آخری وقت میں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور زبان سے کچھ فرمانا بھی مشکل تھا اس وقت بھی آپؐ نے اپنی اُمّت کو نماز پر قائم رہنے اور نماز کو قائم رکھنے کی بڑی تاکید کے ساتھ وصیّت فرمائی تھی۔

پس جو مسلمان آج نماز نہیں پڑھتے اور نماز کو قائم کرنے اور رواج دینے کی کوئی کوشش نہیں کرتے، وہ خدارا سوچیں کہ قیامت میں وہ کسطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاسکیں گے، اور کسطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھ ملا سکیں گے جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیّت کو بھی پامال کر رہے ہیں ـــــ آؤ ہم سب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے الفاظ میں دُعا کریں:۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ہ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ہ	اے پروردگار! آپ مجھ کو اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دیجئے۔ اے رب! میری دعا کو قبول کر لیجئے۔ اے میرے پروردگار مجھکو اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن بخشش دیجئے۔

تیسرا سبق

زکوٰۃ

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ ہے۔ گویا اسلام کا تیسرا رکن ہے۔

زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس ایک مقررہ مقدار میں مال و دولت ہو وہ ہر سال حساب لگا کر اپنی اس دولت کا چالیسواں حصہ غریبوں مسکینوں پر یا نیکی کی اُن دوسری مدوں میں خرچ کر دیا کرے جو زکوٰۃ کے خرچ کے لئے اللہ و رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہیں [1]

زکوٰۃ کی فرضیّت اور اہمیّت

قرآن شریف میں جا بجا نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی تاکید کی گئی ہے۔ اگر آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہونگے تو اس میں بیسیوں جگہ پڑھا ہو گا اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (یعنی قائم کرو نماز اور زکوٰۃ

---

[1] زکوٰۃ کے مسائل و احکام اور مصارف کا بیان فقہ کی کتابوں میں دیکھا جائے یا اس کے لئے علما کی طرف رجوع کیا جائے ۱۲

دیا کرو، اور کئی جگہ مسلمانوں کی لازمی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (یعنی وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں کیونکہ اسلام کی جو باتیں اور جو صفتیں اصلی مسلمانوں میں ہونی چاہئیں وہ ان میں نہیں ہیں۔ بہر حال نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا قرآن شریف کے بیان کے مطابق مسلمانوں کی صفت نہیں ہے۔ بلکہ کافروں مشرکوں کی صفت ہے۔ نماز کے متعلق تو سورۂ روم کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۙ (الروم ع) — نماز قائم کرو (اور نماز چھوڑ کے) مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اور زکوٰۃ نہ دینے کو مشرکوں اور کافروں کی صفت سورہ فُصِّلَتْ کی اس آیت میں تبلایا گیا ہے

وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ ۞ (فُصِّلَتْ ع) — اُن مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے اور اُن کا انجام بہت بُرا ہونے والا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ آخرت کے منکر اور کافر ہیں۔

زکوٰۃ نہ دینے کا دردناک عذاب

زکوٰۃ نہ دینے والوں کو جو بُرا انجام قیامت میں ملنے والا ہے اور جو سزا ان کو ملنے والی ہے وہ اتنی سخت ہے کہ اُس کے سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کانپنے لگتے ہیں۔ سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:-

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۔ (سورۂ توبہ ع ۵)

اور جو لوگ سونا چاندی (مال و دولت) جوڑ کے رکھتے تھے اور اسکو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی اُن پر جو زکوٰۃ وغیرہ فرض ہے اسکو ادا نہیں کرتے) اے رسولؐ! تم انہیں سخت دردناک عذاب کی خبر سنا دو، جس دن کہ تپایا جائے گا انکی اس دولت کو دوزخ کی آگ میں پھر داغی جائینگی ان کی پیشانیاں اور اُن کی کروٹیں اور پیٹھیں (اور کہا جائیگا) یہ ہے وہ مال و دولت جس کو تم نے جوڑا تھا اپنے واسطے، پس مزا چکھو اپنی جوڑی ہوئی دولت کا۔

اِس آیت کے مضمون کی کچھ تفصیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بھی فرمائی ہے۔ اُس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

"جس شخص کے پاس سونا چاندی (یعنی مال و دولت) ہو، اور وہ اس کا حق ادا نہ کرے (یعنی زکوٰۃ وغیرہ نہ دیتا ہو) تو قیامت کے دن اُس کے واسطے آگ کی تختیاں تیار کی جائیں گی پھر اُن کو دوزخ کی آگ میں اور زیادہ گرم کر کے اُن سے اُس شخص کی پیشانی کو اور کروٹ کو اور پشت کو داغا جائے گا اور اسی طرح بار بار اُن تختیوں کو دوزخ کی آگ پر تپا کے اس شخص کو داغا جاتا رہے گا، اور روزِ قیامت کی پوری مدّت میں اس عذاب کا سلسلہ جاری رہے گا اور وہ مدت پچاس ہزار سال ہو گی (تو گویا پچاس ہزار سال تک اس کو یہ سخت

دردناک عذاب ہوتا رہے گا "

بعض حدیثوں میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اس کے علاوہ اور دوسرے قسم کے سخت عذابوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے عذاب سے بچائے

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو خوشحال اور مالدار کیا ہے وہ اگر زکوٰۃ نہ دیں اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ نہ کریں تو بلاشبہ وہ بڑے ہی ناشکرے اور بڑے ظالم ہیں، اور ان کو جو سخت سے سخت سزا بھی قیامت میں دی جائے بالکل بجا ہے۔

زکوٰۃ نہ دینا ظلم اور کفرانِ نعمت ہے

پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ زکوٰۃ وصدقات سے دراصل اپنے ہی ضرورت مند اور غریب بھائیوں کی خدمت ہوتی ہے، تو زکوٰۃ نہ نکالنا دراصل اپنے اُن غریب اور مجبور بھائیوں پر ظلم کرنا اور اُن کا حق مارنا ہے۔

بھائیو! ذرا سوچو ہمارے آپ کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے وہ سب اللہ تعالےٰ ہی کا تو دیا ہوا ہے اور ہم خود بھی اسی کے بندے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، پس اگر وہ ہم سے ہمارا سارا مال بھی طلب کرے، بلکہ جان دینے کو بھی کہے، تو ہمارا فرض ہے کہ بلا چون وچرا سب کچھ دے دیں۔ یہ تو اُسکا بڑا کرم ہے

کہ اپنے دیئے ہوئے مال میں سے صرف چالیسواں حصّہ نکالنے کا اُس نے حکم دیا ہے۔

زکوٰۃ کا ثواب

پھر اللہ تعالیٰ کا دوسرا بہت بڑا کرم اور احسان یہ ہے کہ اُس نے زکوٰۃ اور صدقہ کا بہت بڑا ثواب مقرر کیا حالانکہ زکوٰۃ یا صدقہ دینے والا بندہ جو کچھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے مال سے دیتا ہے۔ اس لیے اگر اللہ پاک اس پر کوئی ثواب نہ دیتا تو بالکل حق تھا۔ مگر یہ اُس کا کرم ہی کرم ہے کہ اُس کے دیئے ہوئے مال میں ہم جو کچھ اس کے حکم سے زکوٰۃ یا صدقہ کے طور پر اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے اور اس پر بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ فرماتا ہے۔! قرآن مجید ہی میں ارشاد ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا

جو لوگ، اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُنکے اس خرچ کرنے کی مثال اُس دانہ کی سی ہے جس سے پودا اُگے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سَو دانے ہوں اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے واسطے چاہے وہ بڑی وسعت والا ہے اور سب کچھ

يُنْفِقُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(سورۂ بقرہ ع ۳۶)

جانتا ہے، جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ وہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں، ان کے واسطے اُنکے رب کے پاس بڑا ثواب ہے اور انہیں قیامت میں کوئی خوف و خطر نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں زکوٰۃ دینے والوں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کیلئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے تین وعدے فرمائے گئے ہیں

ایک ۱ یہ کہ جتنا وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالےٰ اُن کو اس کے بدلے سینکڑوں گُنا زیادہ دے گا۔

دوسرے ۲ یہ کہ اُن کو بڑا اجر و ثواب ملیگا اور بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی

تیسرے ۳ یہ کہ قیامت کے دن اُن کو کوئی خوف و خطر اور کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ سبحان اللہ!

بھائیو! صحابہ کرام رضؓ کو اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں پر پورا پورا یقین تھا۔ اس لئے اُن کا حال یہ تھا کہ جب راہِ خدا میں صدقہ کرنے کی فضیلت کی اور ثواب کی آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوئیں اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے اُن کا بیان سُنا، تو ان میں جو غریب تھے اور جن کے پاس صدقہ کرنے کے لئے پلیسہ بھی نہ تھا وہ بھی صدقہ کرنے کے ارادے سے مزدوری کرنے کے لئے گھروں سے نکل پڑے اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لاد لاد کر اُنہوں

نے پیسے کمائے اور راہِ خدا میں صدقہ کیا۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں یہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حدیث اور درج کرتے ہیں۔

حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تین باتیں ہیں، جس شخص نے ان کو اختیار کر لیا اُس نے ایمان کا مزہ پا لیا :- ایکؔ یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرے اور دوسرےؔ یہ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر اس کا سچا ایمان و اعتقاد ہو اور تیسرےؔ یہ کہ ہر سال دل کی پوری خوشی سے اپنے مال کی زکوٰۃ اَدا کرے (تو جسکو یہ تینؔ باتیں حاصل ہو جائینگی اس کو ایمان کی لذت اور چاشنی حاصل ہو جائے گی)"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کا ذائقہ اور اسکی لذت نصیب فرمائے

زکوٰۃ اور صدقات کے بعض دنیوی فائدے

زکوٰۃ اور صدقات کا جو ثواب اور جو انعام اللہ تعالےٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا، اس کے علاوہ اس دنیوی زندگی میں بھی اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنیوالے مومن کا دل خوش اور مطمئن رہتا ہے۔ غریبوں کو اس پر

لہ ریاض الصالحین صفہ ۲۸ بحوالہ بخاری و مسلم - ۱۲

حسد نہیں ہوتا، بلکہ وہ اس کی بہتری چاہتے ہیں اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اس کی طرف محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عام دنیا کی نظروں میں بھی ایسے شخص کی بڑی وقعت ہوتی ہے۔ اور سب لوگوں کی محبت وہمدردی ایسے شخص کو حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مال میں بڑی برکتیں دیتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے فرزندِ آدم، تو (میرے غریب و حاجتمند بندوں پر اور نیکی کے دوسرے کاموں میں) میرا دیا ہوا مال خرچ کئے جا، میں تجھ کو برابر دیتا رہوں گا"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ صدقہ کرنے کی وجہ سے (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے) کوئی شخص غریب اور مفلس نہ ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر حقیقی ایمان ویقین نصیب فرمائے اور ذوق وشوق کے ساتھ عمل کی توفیق دے۔

چوتھا سبق

روزہ

روزہ کی اہمیت اور فرضیت

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان اور نماز و زکوٰۃ کے بعد روزہ کا درجہ ہے، قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (بقرہ ع ۲۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

اسلام میں پورے مہینے رمضان کے روزے فرض ہیں اور جو شخص بلا کسی عذر اور مجبوری کے ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو بہت ہی سخت گناہ گار ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ :-

"جو شخص بلا کسی معذوری اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے، وہ اگر اس کے بدلہ ساری عمر بھی روزے رکھے، تو اس کا پورا حق ادا نہ ہو سکے گا۔"

روزوں کا ثواب

روزہ میں چونکہ کھانے پینے اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے سے اپنے نفس کو عبادت کی نیت سے روکا جاتا ہے اور اللہ کے واسطے اپنی خواہشوں اور لذتوں کو قربان کیا جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالےٰ نے اِس کا ثواب بھی سب سے نرالا اور بہت زیادہ رکھا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ :۔

"بندوں کے سارے نیک اعمال کی جزا کا ایک قانون مقرّر ہے اور ہر عمل کا ثواب اُسی مقررہ حساب سے دیا جائے گا۔ لیکن روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ ہے، اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ بندہ روزے میں میرے لئے اپنا کھانا پینا اور نفس کی شہوت کو قربان کرتا ہے۔ اس لئے روزہ کی جزا بندہ کو میں خود براہ راست دوں گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :۔

جو شخص پورے ایمان ویقین کے ساتھ اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اور اس سے ثواب لینے کیلئے رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے،،

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

" روزہ دار کے لئے فرحت کے دو خاص موقعے ہیں، ایک اس کو افطار کے وقت اس دنیا ہی میں حاصل ہوتی ہے، اور دوسری فرحت آخرت میں اللہ کے سامنے حاضری اور بارگاہِ الٰہی میں باریابی کے وقت حاصل ہوگی۔"

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :-

"روزہ دوزخ کی آگ سے بچانے والی ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے (جو دوزخ کے عذاب سے روزہ دار کو محفوظ رکھے گا)"

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :-

روزہ دار کے لئے خود روزہ اللہ تعالےٰ سے سفارش کرے گا کہ میری وجہ سے اس بندے نے دن کو کھانا پینا اور خواہشِ نفس کا پورا کرنا چھوڑا تھا (پس اُس کو بخش دیا جائے اور اس کو پورا اَجر دیا جائے، تو اللہ تعالیٰ روزہ کی یہ سفارش قبول فرمالے گا"

ایک حدیث میں ہے کہ :-

"روزہ دار کے منہ کی بَدبُو (جو بعض اوقات معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے)، اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے اچھی ہے۔

اِن حدیثوں میں روزہ کی جو فضیلتیں بیان ہوئی ہیں ان کے

علاوہ اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانوں کو دوسرے حیوانوں سے ممتاز کرتا ہے۔ جب جی چاہا کھا لیا، جب جی میں آیا پی لیا، جب نفسانی خواہش ہوئی اپنے جوڑے سے لذت حاصل کر لی۔ یہ شان حیوانوں کی ہے، اور کبھی نہ کھانا، کبھی نہ پینا اور جوڑے سے کبھی لذّت حاصل نہ کرنا، یہ شان فرشتوں کی ہے۔ پس روزہ رکھ کر انسان دوسرے حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور فرشتوں سے ایک طرح کی مناسبت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔

روزوں کا خاص فائدہ

روزہ کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت پیدا ہوتی ہے، اور اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت آتی ہے اور اللہ کے حکم کے مقابلہ میں، اپنے نفس کی خواہش اور جی کی چاہت کو دبانے کی عادت پڑتی ہے اور روح کی ترقی اور تربیت ہوتی ہے۔

لیکن یہ سب باتیں جب حاصل ہو سکتی ہیں کہ روزہ رکھنے والا خود بھی ان کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھے اور روزے میں ان تمام باتوں کا لحاظ رہے جن کی ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی ہے۔ یعنی کھانے پینے کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بھی پرہیز کرے، نہ جھوٹ بولے، نہ غیبت کرے، نہ کسی سے لڑے

جھگڑے۔ الغرض روزہ کے زمانے میں تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے
پوری طرح بچے، جیساکہ حدیثوں میں اس کی تاکید کی گئی ہے
چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا :-

"جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو چاہیئے کہ کوئی
گندی اور بری بات اُس کی زبان سے نہ نکلے اور وہ شور و
شغب بھی نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے
اور اس کو گالیاں دے تو اس سے بس یہ کہدے کہ میں روزہ
سے ہوں۔ (اسلئے تمہاری گالیوں کے جواب میں بھی گالی نہیں دے سکتا)
(بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-
"جو شخص روزے میں بھی غلط گوئی اور غلط کاری نہ چھوڑے
تو اللہ کو اس کے کھانا پانی چھوڑنے کی کوئی ضرورت اور
کوئی پرواہ نہیں۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
"کتنے ہی ایسے روزے دار ہوتے ہیں (جو روزہ میں بری
باتوں اور برے کاموں سے پرہیز نہیں کرتے اور اسکی وجہ
سے) انکے روزوں کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔
(دارمی)

الغرض روزہ کے اثر سے روح میں پاکیزگی اور تقویٰ اور پرہیز گاری کی صفت اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت جب ہی پیدا ہو گی۔ جبکہ کھانے پینے کی طرح دوسرے تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بھی پرہیز کیا جائے۔ اور خاص کر جھوٹ، غیبت اور گالی گلوچ وغیرہ سے زبان کی حفاظت کی جائے۔

بہر حال اگر اس طرح کے مکمل روزے رکھے جائیں تو ان شاءاللہ وہ سب فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا اور ایسے روزے آدمی کو فرشتہ صفت بنا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ روزہ کی حقیقت اور اس کی قدر و قیمت کو سمجھیں اور اس کے ذریعے اپنے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفات پیدا کریں۔

روزہ کے متعلق یہاں عاجز نے بہت ہی مختصر لکھا ہے، جو حضرات روزہ کی اہمیت وفضیلت اور اس کی تاثیرات کے بارے میں اس سے زیادہ تفصیل چاہیں، وہ میرا رسالہ "برکاتِ رمضان" ملاحظہ فرمائیں اس موضوع پر وہ مستقل اور بہت جامع رسالہ ہے۔

۵

پانچواں سبق

حج

حج کی فرضیت

اسلام کے ارکان میں سے آخری رکن حج ہے۔ قرآن شریف میں حج کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ	اور اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا
مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ؕ	فرض ہے اُن لوگوں پر جو وہاں تک پہنچنے
وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ	کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو لوگ نہ مانیں
الْعَالَمِينَ ۝ (سورہ آل عمران ع ۱۰)	تو اللہ بے نیاز ہے سب دنیا سے۔

اس آیت سے حج کے فرض ہونے کا اعلان بھی فرما دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تبلایا گیا ہے کہ صرف اُن لوگوں پر فرض ہے جو وہاں پہنچنے کی طاقت اور حیثیت رکھتے ہوں

اور آیت کے آخری حصے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے حج کرنے کی استطاعت اور طاقت دی ہو اور وہ ناشکری سے حج نہ کریں (جیسے کہ آجکل کے بہت سے مالدار نہیں کرتے) تو اللہ تعالیٰ سب سے

بے نیاز اور بے پرواہ ہے، اسلئے اِنکے حج نہ کرنے سے اُسکا تو کچھ نہیں بگڑے گا، البتہ اِس ناشکری اور کفرانِ نعمت کی وجہ سے یہ ناشکرے بندے خود ہی اُس کی رحمت سے محروم رہ جائیں گے اور اُن کا انجام خدانخواستہ بہت بُرا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے، کہ:-

"جس کسی کو اللہ نے اتنا دیا ہو کہ وہ حج کر سکے لیکن اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔"

بھائیو! اگر ہمارے دلوں میں ایمان و اسلام کی کچھ بھی قدر ہو، اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی تعلق ہو تو اس حدیث کے معلوم ہو جانیکے بعد ہم میں سے کسی ایسے شخص کو حج سے محروم نہ رہنا چاہیئے جو وہاں پہنچ سکتا ہو۔

حج کی فضیلتیں اور برکتیں،

بہت سی حدیثوں میں حج کی اور حج کرنے والوں کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں یہاں ہم صرف دو تین حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ:-

"حج اور عمرہ کے لئے جانیوالے اللہ تعالےٰ کے خاص مہمان ہیں، وہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور مغفرت مانگیں تو ان کو بخشدیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:-

"جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی فحش اور بیہودہ حرکت

نہ کرے، اور اللہ کی نافرمانی نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کے واپس آئیگا، جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کیوقت بالکل بیگناہ تھا، ایک اور حدیث میں ہے کہ:-

"حج مبرور (یعنی وہ حج جو خلوص کے ساتھ اور بالکل ٹھیک ٹھیک ادا کیا گیا ہو اور اس میں کوئی برائی اور خرابی نہ ہوئی ہو تو اس کی جزا صرف جنّت ہی جنّت ہے۔

حج کی نقد لذّتیں

حجّ کی برکت سے گناہوں کی معافی اور جنّت کی نعمتیں جو حاصل ہوتی ہیں وہ تو انشاءاللہ پوری طرح آخرت میں ملیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص تجلّی گاہ اور اُسکے انوار کے خاص مرکز بیت اللہ شریف کو دیکھ کر اور مکّہ معظمہ کے اُن خاص مقامات پر پہنچ کر جہاں حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی اور ہمارے نبی و رسول سیدنا حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص یادگاریں اب تک موجود ہیں۔ ایمان والوں کو جو لذّت اور دولت حاصل ہوتی ہے وہ بھی اِسی دنیا میں جنّت ہی کی نعمت ہے۔ پھر مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نماز پڑھنا اور براہِ راست حُضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا، طیبہ کی گلیوں اور وہاں کے جنگلوں میں پھرنا، وہاں کی ہوا میں سانس لینا، اور وہاں کی مقدّس زمین میں اور ہوا میں بسی ہوئی خوشبو سے دماغ کا معطّر ہونا اور حُضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو یاد کر کے شوق و محبت میں خوش ہونا کبھی ہنسنا اور کبھی رو پڑنا۔ یہ وہ لذتیں ہیں جو حج کرنیوالوں کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پہنچکر نقد حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ اس قابل بنا دے کہ ان لذتوں کو بندہ محسوس کر سکے آؤ سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے یہ لذتیں اور دولتیں ہم کو نصیب فرمائے آمین

اسلام کی پانچ بنیادیں

اسلام کی جن پانچ بنیادی تعلیمات کا یہاں تک بیان ہوا یعنی کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ یہ پانچوں "ارکانِ اسلام" کہے جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے، آپ نے فرمایا کہ :-

"اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر قائم ہے :- ایک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دینا۔ دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے رمضان کے روزے رکھنا اور پانچویں بیت اللہ کا حج کرنا، اُن کے لئے جو وہاں تک پہنچ سکتے ہوں"۔

اِن پانچ چیزوں کے ارکانِ اسلام اور بنیاد اسلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی فرائض ہیں اور ان پر اچھی طرح عمل کرنے سے اسلام کے باقی احکام پر عمل کرنیکی بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں ہم نے ان ارکان کی صرف اہمیت اور فضیلت بیان کی ہے۔ انکے تفصیلی مسائل فقہ کی معتبر کتابوں میں دیکھے جائیں، یا علماء سے دریافت کئے جائیں۔

چھٹا سبق

تقویٰ اور پرہیزگاری

تقویٰ اور پرہیزگاری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے

تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے حساب اور جزا سزا پر یقین رکھتے ہوئے اور اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے تمام بُرے کاموں اور بُری باتوں سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلا جائے۔ یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہیں اور اپنے جن بندوں کے جو حق ہم پر لازم اور مقرر کئے ہیں انکو ہم ادا کریں اور جن کاموں اور جن باتوں کو حرام اور ناجائز کر دیا ہے ہم ان سے بچیں اور انکے پاس بھی نہ جائیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے رہیں۔ قرآن و حدیث میں بڑی تاکید کیساتھ اور بار بار اس تقوٰی کی تعلیم دی گئی ہے۔ ہم صرف چند آیتیں اور حدیثیں یہاں درج کرتے ہیں۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیئے (اور آخری دم تک اسی تقوٰی

اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۱)

کے تحت اسکی فرمانبرداری کرتے رہو یہانتک کہ تم کو اسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے

اور سورۂ تغابن میں فرمایا :-

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا (تغابن ع ۲)

اللہ سے ڈرو اور تقوای اختیار کرو، جسقدر بھی تم سے ہو سکے اور اسکے سارے حکم سنو اور مانو

اور سورۂ حشر میں فرمایا گیا ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الحشر ع ۳)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (اور تقوای اختیار کرو) اور ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ اس نے کل کیلئے (یعنی آخرت کیلئے) کیا عمل کئے ہیں اور دیکھو اللہ ڈرتے رہو، وہ تمہارے سب عملوں سے پوری طرح خبردار ہے

قرآن شریف ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور تقوای اور پرہیزگاری کیساتھ زندگی گذاریں، دنیا میں بھی اُن پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کی بڑی مدد کرتا ہے

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ - (الطلاق ع ۱)

اور جو لوگ ڈریں اللہ سے (اور تقوای والی زندگی گذاریں، تو اللہ ان کے لئے؛ مشکلات سے نکلنے کے راستے پیدا کرتا ہے اور ان کو ایسے طریقوں سے رزق دیتا ہے جس کا ان کو گمان بھی نہیں ہوتا

قرآن شریف ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں میں تقویٰ ہوتا ہے وہ اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور پھر اُن کو کسی دوسری چیز کا ڈر اور رنج بالکل نہیں ہوتا۔ ارشاد ہے:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۝ (یونس ع ۷)	یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے جو ولی ہوتے ہیں انھیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوتا، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو سچے مومن اور متقی ہوں۔ ان کے واسطے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اِن متقی اور پرہیزگار لوگوں کو جو نعمتیں آخرت میں ملنے والی ہیں اُن کا کچھ ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران ع ۲)	اے رسولؐ! اِن لوگوں سے آپ کہیئے کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں جو تمہاری اس دنیا کی تمام مرغوب چیزوں اور لذتوں سے بہت بہتر ہے؟ (سنو) ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے ڈریں اور تقویٰ والی زندگی اختیار کریں انکے مالک کے پاس ایسے باغہائے جنّت ہیں جن

کے نیچے نہریں چلتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو بہت صاف ستھری ہیں (اور ان کیلئے) اللہ کی رضامندی اور خوشنودی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے اپنے سب بندوں کو (سب کے ظاہر و باطن کا حال اسکی نظر میں ہے۔

اس سلسلہ میں سورہ صٓ کی یہ آیت اور سن لیجئے !:-

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَۃً لَّھُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّکِئِیْنَ فِیْھَا یَدْعُوْنَ فِیْھَا بِفَاکِھَۃٍ کَثِیْرَۃٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَھُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ ھٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ ھٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَہٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝

(ص ع ۴)

اور یقیناً متقی بندوں کیلئے بہت ہی اچھا ٹھکانا ہے، باغ ہیں سدابہار ہمیشہ رہنے کے کھلے ہوئے ہیں ان کیلئے دروازے، بیٹھے ہیں ان میں تکئے لگائے، منگاتے ہیں (خادموں سے) میوے اور شربت، اور انکے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں سب ایک عمر کی یہ ہے وہ انعام جسکا وعدہ کیا جا رہا ہے تم سے روز حساب کے لئے بیشک یہ ہے ہمارا رزق جس کے لئے کبھی نبڑنا نہیں

اور قرآن مجید ہی میں متقی بندوں کو یہ بھی خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اپنے پروردگار کا خاص الخاص قرب انکو نصیب ہوگا - سورۂ قمر کی آخری آیت ہے

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ ۝ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

(قمر ع ۳)

متقی بندے (آخرت میں) جنت کے باغات اور نہروں میں رہیں گے، ایک عمدہ مقام میں کامل اقتدار رکھنے والے کائنات کے حقیقی بادشاہ کے قریب ؛

قرآن مجید میں یہ بھی اعلان فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت و شرافت کا مدار بس تقویٰ پر ہے -

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک

(حجرات، ع-۲) وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے

اسی طرح رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے:-

مجھ سے زیادہ قریب اور مجھے زیادہ پیارے وہی لوگ ہیں جن میں تقوای کی صفت ہے خواہ وہ کسی قوم و نسل سے ہوں اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں۔"

تقویٰ (یعنی خدا کا خوف اور آخرت کی فکر) ساری نیکیوں کی جڑ ہے، جس شخص میں جتنا تقوای ہو گا اس میں اتنی ہی نیکیاں اور اچھائیاں جمع ہونگی اور اتنا ہی وہ بُرے کاموں اور بُری باتوں سے دور ہو گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت میں نے حضورؐ کے بہت سے ارشادات اور بہت سی ہدایت سنی ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ یہ ساری ہدایتیں اور نصیحتیں مجھے یاد نہ رہ سکیں، اس لئے حضورؐ کوئی ایک جامع نصیحت فرمادیں جو میرے لئے کافی ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے علم اور واقفیت کی حد تک خدا سے ڈرتے رہو۔ اور اسی ڈر اور فکر اور تقوائے کے ساتھ زندگی گذارو۔"

یعنی اگر یہ ہی ایک بات تم نے یاد رکھی اور عمل کیا تو بس یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:- "جسے خوف ہو گا وہ سویرے چل پڑیگا، اور جو سویرے

چل دے گا وہ بروقت منزل پر پہنچ جائے گا۔"

پس خوش نصیب اور کامیاب وہی ہیں جو خدا سے ڈریں اور آخرت کی فکر کریں۔ خدا کے خوف سے اور اس کے عذاب کے ڈر سے اگر ایک آنسو بھی آنکھ سے نکل آئے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:۔

" اللہ تعالیٰ کو انسان کے دو قطروں اور اسکے دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں، پس دو قطرے جو اللہ کو بہت پیارے ہیں ان میں سے ایک تو آنسو کا وہ قطرہ ہے جو اللہ کے خوف سے کسی آنکھ سے نکلا ہو، اور دوسرا خون کا وہ قطرہ ہے جو راہِ خدا میں کسی کے جسم سے بہا ہو، اور جو دو نشان اللہ کو بہت محبوب ہیں اُن میں ایک تو وہ نشان ہے جو راہِ خدا میں کسی کو لگا ہو (یعنی جہاد میں زخم لگا ہو، اور اس کا نشان رہ گیا ہو۔ اور دوسرا وہ نشان جو اللہ کے فرائض ادا کرنے سے پڑ گیا ہو (جیسا کہ نمازیوں کی پیشانیوں اور گھٹنوں میں ہو جاتا ہے)

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

"ایسا آدمی کبھی دوزخ میں نہیں جا سکتا، جو اللہ کے خوف سے روتا ہو۔"

الغرض خدا کا سچا خوف اور آخرت کی فکر اگر کسی کو نصیب ہو تو بڑی بات ہے، اور اس خوف اور فکر سے آدمی کی زندگی سونا بن جاتی ہے بھائیو! خوب سمجھ لو! اس چند روزہ دنیا میں جو خُدا سے ڈرتا

ساتواں سبق

معاملات میں سچّائی و ایمانداری

اور

اکل حلال و حقوق العباد کی اہمیّت

معاملات میں سچائی اور ایمانداری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بُنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

قرآن شریف سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی مسلمان وہی ہے جو اپنے معاملات میں اور کاروبار میں سچا اور ایماندار ہو۔ عہد کا پکا اور وعدہ کا سچا ہو، یعنی دھوکہ، فریب اور امانت میں خیانت نہ کرتا ہو، کسی کا حق نہ مارتا ہو۔ ناپ تول میں کمی نہ کرتا ہو، جھوٹے مقدمے نہ لڑاتا ہو، اور نہ جھوٹی گواہی دیتا ہو، سود اور رشوت جیسی تمام حرام کمائیوں سے بچتا ہو۔ اور جس میں یہ برائیاں موجود ہوں، قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خالص مومن اور اصلی مسلمان نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا منافق ہے اور سخت درجہ کا فاسق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام بری باتوں سے بچائے۔ اس بارے میں

رہے گا، مرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں اس کو کوئی خوف اور رنج و غم نہ ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ ہمیشہ خوش و خرم اور بڑے چین و آرام سے رہیگا اور یہاں خدا سے نہ ڈرے گا اور آخرت کی فکر نہ کرے گا اور دنیا ہی کی لذتوں میں مست رہیگا تو وہ آخرت میں بڑے دُکھ اُٹھائیگا، اور ہزاروں برس خون کے آنسو روئے گا۔

تقویٰ، یعنی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا ہونے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ اللہ کے اُن نیک بندوں کی صحبت ہے جو خدا سے ڈرتے ہوں اور اُس کے حکموں پر چلتے ہوں - دوسرا ذریعہ دین کی اچھی معتبر کتابوں کا پڑھنا اور سننا ہے - اور تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی موت کا خیال کرے اور مرنے کے بعد اللہ کی طرف سے نیکیوں پہ جو ثواب اور گناہوں پر جو عذاب ملنے والا ہے اُس کو یاد اور اس کا دھیان کیا کرے اور اپنی حالت پر غور کیا کرے اور سوچا کرے کہ قبر میں میرا کیا حال ہوگا - اور قیامت میں جب سب بندے اُٹھائے جائیں گے تو میری کیا حالت ہوگی - اور جب خدا کے سامنے پیشی ہوگی اور میرا نامۂ اعمال میرے سامنے کھولا جائیگا تو میں کیا جواب دونگا اور کہاں منھ چھپاؤں گا

جو شخص ان طریقوں کو استعمال کریگا انشاء اللہ اس کو ضرور تقویٰ نصیب ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے - آمین

قرآن وحدیث میں جو سخت تاکیدیں آئی ہیں اُن میں سے چند ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی مختصر سی آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو! تم کسی غلط اور ناجائز طریقہ سے دوسروں کا مال نہ کھاؤ۔

اس آیت نے کمائی کے ان تمام طریقوں کو مسلمانوں کیلئے حرام کردیا ہے جو غلط اور باطل ہیں، جیسے دھوکہ فریب کی تجارت، امانت میں خیانت، جُوا، سٹہ اور سود، رشوت وغیرہ۔ پھر دوسری آیتوں میں الگ الگ تفصیل بھی کی گئی ہے، مثلاً جو دکاندار اور سوداگر ناپ تول میں دھوکہ بازی اور بے ایمانی کرتے ہیں۔ ان کے متعلق خصوصیت سے ارشاد ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ٥ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ٥ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ٥ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ٥

(سورہ تطفیف)

ان کم دینے والوں کیلئے بڑی تباہی (اور بڑا عذاب ہے)، جو دوسرے لوگوں سے جب ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں، اور جب خود دوسروں کیلئے ناپتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا اُن کو یہ خیال نہیں ہے کہ وہ ایک بہت بڑے دن اُٹھائے جائیں گے جس دن کہ سارے لوگ جزا و سزا کے لئے رب العالمین کے حضور میں حاضر ہونگے

دوسروں کے حق اور دوسروں کی امانتیں ادا کرنے کے لئے خاص طور سے حکم ملا ہے،

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ جن لوگوں کی

اَلْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا — جو امانتیں دار و حق دار ہیں، تم پر ہوں وہ، اُن کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو

(سورۃ النساء)

اور قرآن شریف ہی میں دو جگہ[1] اصلی مسلمانوں کی یہ صفت اور پہچان بتلائی گئی ہے

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمَانَاتِھِمْ وَ عَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ ۝ — وہ جو امانتوں کے ادا کرنے والے اور وعدوں کا پاس کرنے والے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اکثر خطبوں اور وعظوں میں فرمایا کرتے تھے کہ:-

"یاد رکھو، جس میں امانت کا وصف نہیں اس میں ایمان بھی نہیں اور جس کو اپنے عہد اور وعدہ کا پاس نہیں، اُس کا دین میں کچھ حصّہ نہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا اور وعدہ پورا نہ کرنا۔"

تجارت اور سوداگری میں دھوکہ فریب کرنیوالوں کے متعلق آپؐ نے فرمایا:

"جو دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں، اور مکر و فریب دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔"

یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمائی جبکہ ایک دفعہ مدینے کے بازار میں آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بیچنے کیلئے اس نے غلّے کا ڈھیر لگا رکھا ہے لیکن اُوپر سوکھا غلّہ ڈال رکھا ہے اور

[1] ایک "سورہ مومنون" میں اور دوسرے "سورہ معارج" میں

اندر کچھ تری ہے، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

"ایسے دھوکے باز ہماری جماعت سے خارج ہیں"

پس جو دوکاندار گاہکوں کو مال کا اچھا نمونہ دکھائیں اور جو عیب ہو اُس کو ظاہر نہ کریں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق وہ سچے مسلمانوں میں سے نہیں ہیں اور خدا نہ کردہ وہ دوزخ میں جانیوالے ہیں ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ:۔

"جو کوئی ایسی چیز کسی کے ہاتھ بیچے جس میں کوئی عیب اور خرابی ہو، اور گاہک پر وہ اسکو ظاہر نہ کرے، تو ایسا آدمی ہمیشہ اللہ کے غضب میں گرفتار رہے گا (اور ایک روایت میں ہے، کہ ہمیشہ اُس پر اللہ کے فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

بہرحال اسلامی تعلیم کی رو سے تجارت اور کاروبار میں ہر قسم کی دغا بازی حرام اور لعنتی کام ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں سے اپنی بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے اور ان کو اپنی جماعت سے خارج تبلایا ہے۔

اسی طرح سود اور رشوت کا لین دین بھی (اگرچہ دونوں طرف کی رضامندی سے ہو) قطعاً حرام ہے، اور انکے لینے دینے والوں پر حدیثوں میں صاف صاف لعنت آئی ہے سود کے متعلق تو مشہور حدیث ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ کی لعنت ہو سود کے لینے والے پر اور دینے والے پر

اور سودی دستاویز لکھنے والے پر، اور اسکے گواہوں پر"

اور اسی طرح رشوت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لعنت فرمائی ہے رشوت کے لینے والے پر اور دینے والے پر ۔"

ایک حدیث میں یہاں تک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

"جس شخص نے کسی آدمی کے لئے کسی معاملے میں (جائز) سفارش کی، پھر اُس آدمی نے اس سفارش کرنیوالے کو کوئی تحفہ دیا اور اُس نے یہ تحفہ قبول کر لیا تو یہ بھی اُس نے بڑا گناہ کیا (گویا یہ بھی ایک طرح کی رشوت اور ایک قسم کا سُود ہُوا)

بہر حال رشوت اور سود کا لین دین اور تجارت میں دھوکہ بازی ــــ اور بے ایمانی اسلام میں یہ سب یکساں طور پر حرام ہیں، اور ان سب سے بڑھکر حرام یہ ہے کہ جھوٹی مقدمہ بازی کے ذریعہ یا محض زبردستی سے کسی دوسرے کی کسی چیز پر ناجائز قبضہ کر لیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"جس شخص نے کسی کی زمین کے کچھ حصّے پر ناجائز قبضہ کیا تو قیامت کے دن (اس کو) یہ عذاب دیا جائے گا۔ کہ زمین کے اس ٹکڑے کے ساتھ وہ زمین میں دھنسایا جائیگا۔ یہاں تک کہ سب سے نیچے کے طبقے تک دھنستا چلا جائیگا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

جس شخص نے (حاکم کے سامنے) جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کی کسی چیز کو ناجائز طریقے سے حاصل کر لیا تو اللہ نے اُس کیلئے دوزخ کی آگ واجب کر دی ہے، اور جنّت اس کیلئے حرام کر دی ہے"
یہ سُن کر کسی شخص نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ!
اگرچہ وہ کوئی معمولی ہی چیز ہو؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ :
"ہاں! اگرچہ وہ پیلو کے جنگلی درخت کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو"
ایک اور حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ باز کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ :-
"دیکھو جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی دوسرے کا کوئی بھی مال ناجائز طریقے سے حاصل کرے گا، وہ قیامت میں اللہ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہو گا"
ایک اور حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
"جس کسی نے کسی ایسی چیز پر دعوٰی کیا جو واقعہ میں اُسکی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور اُسے چاہیئے کہ دوزخ میں اپنی جگہ بنا لے."
اور جھوٹی گواہی کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ :-
"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہو گئے، اور آپ نے ایک خاص انداز میں تین دفعہ فرمایا کہ :- جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے"۔

حرام مال کی نجاست اور نحوست

مال حاصل کرنے کے جن ناجائز اور حرام ذریعوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے ذریعے جو مال بھی حاصل ہوگا۔ وہ حرام اور ناپاک ہوگا اور جو شخص اس کو اپنے کھانے پہننے میں استعمال کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسکی نمازیں قبول نہ ہونگی، دعائیں قبول نہ ہونگی حتیٰ کہ اگر وہ اس سے کوئی نیک کام کریگا تو وہ بھی اللہ کے یہاں قبول نہ ہوگا اور آخرت میں اللہ کی خاص رحمتوں سے وہ محروم رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلع اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو شخص (کسی ناجائز طریقے سے) کوئی حرام مال حاصل کریگا اور اُس سے صدقہ کریگا۔ تو اس کا یہ صدقہ قبول نہ ہوگا اور اس میں سے جو کچھ (اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں میں خرچ کریگا اس میں برکت نہ ہوگی اور اگر اس کو ترکہ میں چھوڑ کر مرے گا تو وہ اسکے لئے جہنم کا توشہ ہوگا۔ یقین کرو کہ اللہ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا (یعنی حرام کا صدقہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ نہیں بن سکتا)، بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے، کوئی ناپاکی دوسری ناپاکی کو ختم کر کے اُس کو پاک نہیں کر سکتی۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ خود پاک ہے، اور وہ پاک اور حلال مال ہی کو قبول

کرتا ہے۔ پھر آخر حدیث میں آپؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا :-

" جو دور دراز کا سفر کر کے (کسی خاص متبرک مقام پہ دُعا کرنے کیلئے) اس حال میں آئے کہ اس کے بال پراگندہ ہوں اور سر سے پاؤں تک وہ غبار میں اَٹا ہوا ہو، اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کے وہ خوب اِلحاح کے ساتھ دُعا کرے اور کہے : اے میرے رب! اے میرے پروردگار! لیکن اس کا کھانا پینا مالِ حرام سے ہو، اور اس کا لباس بھی حرام کا ہو، اور حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہو تو اِس حالت میں اِس کی یہ دُعا کیونکر قبول ہو گی۔

مطلب یہ ہے کہ جب کھانا پہننا سب حرام مال سے ہو تو دُعا کی قبولیت کا کوئی استحقاق نہیں رہتا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ :-

" اگر کوئی شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان دس میں سے ایک درہم حرام ذریعے سے آیا ہوا ہو تو جب تک وہ کپڑا جسم پر رہے گا اس شخص کی کوئی نماز بھی اللہ کے ہاں قبول نہ ہو گی۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

" جو جسم حرام مال سے پلا ہو، وہ جنت میں نہ جا سکے گا۔"

بھائیو! اگر ہمارے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلّم کے اِن ارشادات کے سننے کے بعد ہم کو قطعی طور سے طے کر لینا چاہیئے کہ خواہ ہمیں دنیا میں کیسی ہی تنگدستی اور تکلیف سے گذارہ کرنا پڑے، ہم کبھی ناجائز اور حرام ذریعہ سے کبھی کوئی پیسہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور بس حلال آمدنی ہی پر قناعت کریں گے۔

پاک کمائی اور ایماندارانہ کاروبار

پھر اسلام میں جس طرح کمائی کے ناجائز طریقوں کو حرام اور اُن سے حاصل ہونے والے مال کو خبیث اور ناپاک قرار دیا گیا ہے اسی طرح حلال طریقوں سے روزی حاصل کرنے اور ایمانداری کے ساتھ تجارت اور کاروبار کرنے کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"حلال کمائی کی تلاش بھی دین کے مقررہ فرائض کے بعد ایک فریضہ ہی ہے"

ایک دوسری حدیث میں اپنی محنت سے روزی کمانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا، کہ :۔

"کسی نے اپنی روزی اس سے بہتر طریقے سے حاصل نہیں کی کہ خود اپنے دست و بازو سے اُس کیلئے اس نے کام کیا ہو، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا طریقہ یہی تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کر کے اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ

"سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر (قیامت میں) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا"

معاملات میں نرمی اور رحمدلی

مالی معاملات اور کاروبار میں جس طرح سچائی اور ایمان داری پر اسلام میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کو اعلیٰ درجے کی نیکی اور ذریعۂ قرب خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کی بھی ترغیب دی گئی ہے اور بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ معاملہ اور لین دین میں نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے اور سخت گیری سے کام نہ لیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"اللہ کی رحمت ہو اس بندہ پر جو خرید و فروخت میں اور دوسروں سے اپنا حق وصول کرنے میں نرم ہو۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"جو آدمی اللہ کے کسی غریب اور تنگدست بندے کو (قرض کی ادائیگی میں) مہلت دے دے، یا دکلی یا جزئی طور پر اپنا مطالبہ معاف کردے، تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے گا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے

سایۂ رحمت میں جگہ دے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا تعلق تو تاجروں اور ان دولتمندوں سے ہے جن سے تنگ حال لوگ اپنی ضرورتوں کیلئے قرض لے لیتے ہیں لیکن جو لوگ کسی سے قرض لیں، خود انکو رسول اللہ صلی علیہ وسلم اس کی انتہائی تاکید فرماتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے وہ جلد سے جلد قرض ادا کرنے کی کوشش کریں، اور ایسا نہ ہو کہ قرضدار ہونے کی حالت میں دنیا سے چلے جائیں اور اللہ کے کسی بندہ کا حق اُن کے ذمہ باقی رہ جائے۔ اس بارے میں آپ جتنی سختی فرماتے تھے اسکا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے، آپنے فرمایا کہ :- "اگر آدمی راہ خدا میں شہید ہو جائے تو

شہادت کے طفیل اسکے سارے گناہ بخشدیئے جائینگے، لیکن اگر کسی کا قرض اسکے ذمہ ہے تو اس سے اسکی گردن شہید ہوکے بھی نہ چھوٹے گی"

ایک اور حدیث میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا :-

"اس پروردگار کی قسم! جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر کوئی شخص راہ خدا میں شہید ہو، پھر زندہ ہو اور پھر شہید ہو اور پھر زندہ ہو اور پھر شہید ہو اور پھر اس کے ذمے کسی کا قرض باقی ہو تو (اس قرض کے فیصلے کے بغیر) وہ بھی جنت میں نہیں جا سکے گا۔"

مالی معاملات اور حقوق العباد کی نزاکت کا اندازہ کرنے کے لئے بس یہی وہ حدیثیں کافی ہیں، اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم بھی ان کی اہمیت اور نزاکت کو سمجھیں اور ہمیشہ اس کی کوشش کرتے رہیں کہ کسی بندے کا کوئی حق ہماری گردن پر نہ رہ جائے۔

اٹھوان سبق

معاشرت کے احکام و آداب
اور
باہمی حقوق

معاشرت کے آداب اور حقوق کی تعلیم بھی اسلام کی خاص اور اہم تعلیمات میں سے ہے اور ایک مسلمان سچا اور پکا مسلمان جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ وہ اسلام کے معاشرتی احکام پر بھی پوری طرح عمل کرے۔ معاشرتی احکام سے ہماری مراد باہمی برتاؤ کے وہ طور طریقے ہیں جو اسلام نے سکھائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اولاد کا رویہ ماں باپ کے ساتھ کیسا ہو اور ماں باپ کا برتاؤ اولاد کیساتھ کس طرح کا ہو، ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ کس طرح پیش آئے، بہنوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے، میاں بیوی باہم کس طرح زندگی گذاریں، چھوٹے اپنے بڑوں کے سامنے کسطرح رہیں اور بڑے چھوٹوں کیساتھ کیسا برتاؤ کریں، پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا رویہ کیا ہو، امیر لوگ غریبوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کریں اور غریب امیروں کیساتھ کیسا رویہ رکھیں، آقا کا تعلق ملازم کیساتھ

اور ملازم کا برتاؤ آقا کے ساتھ کیسا ہو؟۔ الغرض اس دنیوی زندگی میں مختلف طبقوں کے جن چھوٹے بڑے لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے اُن کیساتھ برتاؤ اور رہن سہن کے بارے میں اسلام نے ہم کو جو نہایت مکمل اور روشن ہدایتیں دی ہیں۔ وہی معاشرت کے احکام و آداب" ہیں اور اس سبق میں ہم انہیں کا کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ماں باپ کے حقوق اور اُن کا ادب

اس دنیا میں انسان کا سب سے پہلا بڑا تعلق ماں باپ سے ہے۔ اسلام نے اللہ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق ماں باپ ہی کا بتلایا ہے۔

قرآن شریف میں ہے:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

(بنی اسرائیل۔ ع ۳)

اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اسکے سوا تم کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ اچھائی کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اونہہ بھی نہ کہو۔ اور ان سے خفگی کی بات نہ کرو اور اُن سے ادب و تمیز سے بولو اور خاکساری و نیازمندی کے ساتھ ان کی اطاعت کرو اور ان کے حق میں خدا سے اسطرح دُعا بھی کرتے رہو کہ اے پروردگار تو ان پر رحمت

فرمایا جس طرح اُنھوں نے بچپن میں مجھے شفقت سے پالا، پرورش کیا،

قرآن شریف ہی کی ایک دوسری آیت میں ماں باپ کا حق بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ

"اگر بالفرض کسی کے ماں باپ کافرو مشرک ہوں، اور وہ اولاد کو بھی کفر و شرک کے لئے مجبور کریں، تو اولاد کو چاہیئے کہ ان کے کہنے سے کفر و شرک تو نہ کرے۔ لیکن دنیا میں اُن کیساتھ اچھا... سلوک اور ان کی خدمت پھر بھی کرتا رہے۔"

آیت کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۝"

(سورۂ لقمان ع ۲)

قرآن شریف کے علاوہ حدیثوں میں بھی ماں باپ کی خدمت واطاعت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو سخت گناہ بتلایا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔

"ماں باپ کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے اور ماں باپ کی ناراضی میں اللہ کی ناراضی ہے"

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

"ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اولاد پر ماں باپ کے کیا حقوق ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:۔" اولاد کی جنت

اور دوزخ ماں باپ ہیں "۔ (یعنی ان کی خدمت سے جنّت مل سکتی ہے اور ان کی نافرمانی اور بدسلوکی دوزخ میں لے جانے والی ہے)"

ایک اور حدیث میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ :۔

"ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کرنے والا لڑکا یا لڑکی جتنی دفعہ بھی محبت اور عظمت کی نگاہ سے ماں یا باپ کی طرف نظر کرے، تو اللہ تعالیٰ ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب اس کے لئے لکھ دیتے ہیں۔" لوگوں نے حضور سے سوال کیا۔ حضرتؐ! اگر وہ روزانہ سَوْ دفعہ دیکھے جب بھی ہر دفعہ دیکھنے کے بدلے میں اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے (مطلب یہ ہے کہ اس کے یہاں کوئی کمی نہیں، وہ جس عمل پر جتنا ثواب دینا چاہے دے سکتا ہے)"

ایک حدیث میں ہے :۔

"جنّت ماں باپ کے پاؤں کے نیچے ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے بڑے گناہ یہ بتلائے :۔

"اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔"

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"تین قسم کے آدمی ہیں جن کی طرف اللہ تعالےٰ قیامت کے دن رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا، ان میں سے ایک قسم وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں۔"

اولاد کے حقوق

اِسلام نے جس طرح اولاد پر ماں باپ کے حقوق مقرر گئے ہیں اُسی طرح سے ماں باپ پر بھی اولاد کے کچھ حق رکھے ہیں، جہاں تک اُن کو کھلانے پلانے اور پہنانے کے حق کا تعلق ہے اُس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں، کیونکہ اولاد کے اس حق کا احساس ہمیں فطری اور طبعی طور پر بھی ہے۔ ہاں اولاد کے جس حق کی ادائیگی میں ہم سے عموماً کوتاہی ہوتی ہے وہ ان کی دینی اور اخلاقی تربیت ہے اللہ تعالےٰ نے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل وعیال کی تربیت اور نگرانی اس طرح کریں کہ مرنے کے بعد وہ جہنم میں نہ جائیں۔

قرآن شریف میں ہے :۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ۝ (تحریم ع-۲)	اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی آل اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اولاد کی اچھی تربیت کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرماتی ہے :۔

"باپ کی طرف سے اولاد کے لئے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں کہ وہ
ان کی اچھی تربیت کرے"

بعض لوگوں کو اپنی اولاد میں لڑکوں سے زیادہ محبت اور دلچسپی ہوتی ہے اور بیچاری لڑکیوں کو وہ بوجھ سمجھتے ہیں اور اس واسطے ان کی خبرگیری اور تربیت میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں لڑکیوں کی اچھی تربیت کی خصوصیت سے تاکید کی گئی ہے، اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے ایک حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا، کہ:۔

"جس شخص کے بیٹیاں یا بہنیں ہوں، اور وہ اُن کے ساتھ بہت
اچھا سلوک کرے، اور اُن کو اچھی تربیت دے، اور مناسب
جگہ، ان کی شادی، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت دے گا

میاں بیوی کے حقوق

انسانوں کے باہمی تعلقات میں میاں بیوی کا تعلق بھی ایک اہم تعلق ہے اور ان دونوں کا گویا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کے متعلق بھی نہایت صاف اور تاکیدی ہدایتیں فرمائی ہیں۔ اس بارے میں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کو چاہیئے کہ اپنے شوہر کی پوری خیرخواہی اور فرمانبرداری کرے اور اس کی امانت میں خیانت نہ کرے قرآن شریف میں ارشاد ہے

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں۔

لِلْغَیْبِ ۵ (النساء - ع - ۶) اور شوہر کی غیر موجودگی میں اس کی امانت کی حفاظت کرتی ہیں۔

اور شوہروں کو اسلام کا حکم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ پوری محبت کریں، اور اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اچھا کھلائیں، اچھا پہنائیں اور ان کی دلداری میں کمی نہ کریں۔ ارشاد ہے :-

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۵ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو

(النساء ع ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآنی تعلیم کے مطابق مسلمان مردوں اور عورتوں کو باہم حسن سلوک کی اور ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی بڑی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے عورتوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا :-

"جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ نہ آئے، اور وہ رات کو اس سے ناراض رہے، تو فرشتے صبح تک اُس پر لعنت کرتے ہیں۔"

اور اس کے برعکس ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنّت میں جائے گی۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کوئی عورت

اللہ کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر دے۔"

اور ایک اہم موقع پر مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع میں خاص مردوں کو خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"میں تم کو عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی خاص طور سے وصیت کرتا ہوں، تم میری اس وصیت کو یاد رکھنا، دیکھو وہ تمہاری ماتحت ہیں اور تمہارے بس میں ہیں۔"

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"مسلمانوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں، اور اپنی گھر والیوں کے ساتھ جن کا برتاؤ لطف و محبّت کا ہو۔"

عام قرابت داروں کے حقوق

ماں باپ اولاد اور میاں بیوی کے تعلقات کے علاوہ آدمی کا ایک خاص تعلق اپنے عام قرابتداروں سے بھی ہوتا ہے۔ اسلام نے اس تعلق اور رشتے کا بھی بہت لحاظ کیا ہے اور اس کے اعتبار سے بھی کچھ باہمی حقوق مقرر کئے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں

جابجا "ذَوِالقُربیٰ" کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے اور اسلام میں اُس شخص کو بہت بڑا مجرم اور مہاپاپی بتلایا گیا ہے جو رشتے داری اور قرابت کے حقوق کو پامال کرے۔ ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"قرابت کے حق کو پامال کرنے والا اور اپنے برتاؤ میں رِشتوں ناطوں کا لحاظ نہ رکھنے والا جنّت میں نہیں جائے گا۔"

پھر اِس سلسلہ میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص تعلیم اور تاکید یہ ہے کہ اگر بالفرض تمھارا کوئی قرابتدار تمہارا حقِ قرابت اَدا نہ کرے، تو اُس کی قرابت کا حق تم اُس صورت میں بھی ادا کرتے رہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ:-

"تمہارا جو عزیز قریب تم سے بے تعلقی اور بے مروتی برتے، اور قرابت کا حق ادا نہ کرے، تو تم اس سے بے تعلقی مت برتو، اپنی طرف سے تم اُس کی قرابت کا حق اَدا کرتے رہو۔" (صِلْ مَنْ قَطَعَكَ الخ)

بڑوں کے چھوٹوں پر اور چھوٹوں کے بڑوں پر عام حقوق

اِسلام نے معاشرت کے سلسلہ میں ایک عمومی اور اصولی تعلیم یہ بھی دی ہے کہ ہر چھوٹا اپنے بڑوں کی تعظیم و تکریم کرے اور اُن کے سامنے اَدب لحاظ سے رہے اور ہر بڑے کو چاہیئے کہ اپنے چھوٹوں سے محبّت اور شفقت کا برتاؤ کرے (اگرچہ اُن میں باہم کوئی رشتہ داری نہ ہو) اسلام کی نظر میں یہ چیز اتنی اہم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ:-

"جو بڑا اپنے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، اور جو چھوٹا اپنے بڑوں

کا ادب لحاظ نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کی بڑی عمر کی وجہ سے اُس کی عزّت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے بھی ایسے لوگ مقرر کر دے گا جو اُس کے بڑھاپے کے وقت اس کی عزّت کریں گے۔"

پڑوسی کے حقوق

اِنسان کا اپنے رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِسلام نے اِس تعلق کو بھی بہت اہمیت دی ہے، اور اس کے لیے مستقل اور مفصّل ہدایتیں دی ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں ماں باپ، میاں بیوی اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حُسن سلوک اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے وہاں پڑوسیوں کے بارے میں بھی اس کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے:۔

"وَالْجَارِ[۱] ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ[۲] الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ[۳] بِالْجَنْبِ۔"

اِس آیت میں تین[۳] قسم کے پڑوسیوں کا ذکر ہے، اِن میں سے ہر قسم کے پڑوسی کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

"وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی" سے مُراد وہ پڑوسی ہیں جن سے پڑوس کے علاوہ کوئی خاص قرابت بھی ہو۔ اور "وَالْجَارِ الْجُنُبِ" سے مُراد وہ پڑوسی ہیں جن کے

ساتھ کوئی اور تعلق رشتہ داری وغیرہ کا نہ ہو، صرف پڑوس ہی کا تعلق ہو جس میں غیر مسلم پڑوسی بھی داخل ہیں اور "وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا کہیں اتفاقیہ ساتھ ہو گیا ہو، "جیسے سفر کے ساتھی" یا مدرسہ کے ساتھی، یا ساتھ رہ کر کام کاج کرنے والے، اس میں بھی مسلم غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں اور ان تینوں قسم کے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اسلام نے ہم کو حکم دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اس قدر سخت تاکید فرماتے تھے کہ ایک حدیث میں ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"جو شخص خدا اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو کوئی ایذا اور تکلیف نہ دے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کھائے اور پہلو میں رہنے والا اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بڑے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا:۔

"خدا کی قسم وہ اصلی مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ پورا مومن نہیں واللہ وہ پورا مومن نہیں، عرض کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! کون پورا مومن نہیں؟ ارشاد فرمایا:۔" وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اُس کی شرارتوں سے امن میں نہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

" وہ آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ جس کی شرارتوں سے اس کے پڑوسی امن میں نہیں ۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

کسی صحابی رضی اللہ عنہ، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ : حضور فلاں عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بڑی نمازیں پڑھتی ہے، بہت روزے رکھتی ہے اور خوب خیرات کرتی ہے، لیکن اپنی زبان کی تیزی سے پڑوس والوں کو تکلیف بھی پہنچاتی رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " وہ دوزخ میں جائے گی " پھر اُن ہی صحابی رضی اللہ عنہ، نے عرض کیا " یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم ! " اور فلاں عورت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نماز، روزہ اور خیرات تو بہت نہیں کرتی (یعنی نفل نمازیں، نفل روزے، اور نفلی صدقے بمقابلہ پہلی عورت کے کم کرتی ہے)، لیکن پڑوس والوں کو اپنی زبان سے کبھی تکلیف نہیں پہنچاتی "، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ وہ جنت میں جائے گی "

بھائیو! یہ ہیں اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق، افسوس ! آج ہم ان احکام سے کتنے غافل ہیں

کمزوروں اور حاجت مندوں کے حقوق

یہاں تک جن طبقوں کے حقوق کا بیان کیا گیا، یہ سب وہ تھے جن سے آدمی کا

کوئی خاص تعلق اور واسطہ ہوتا ہے۔ خواہ قرابت ہو یا پڑوس، یا سنگ ساتھ، لیکن اسلام نے ان کے علاوہ کمزور طبقوں اور ہر طرح کے حاجتمندوں کا بھی حق مقرر کیا ہے، اور جو لوگ کچھ مقدرت اور حیثیت رکھتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ ان کی خبر گیری اور خدمت کیا کریں اور اپنی دولت اور اپنی صلاحیتوں میں اُن کا بھی حق اور حصہ سمجھیں۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ اس کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے، کہ یتیموں، مسکینوں، مفلسوں، مسافروں اور دوسرے حاجتمندوں کی خدمت اور مدد کی جائے، بھوکوں کے کھانے کا اور ننگوں کے کپڑوں کا انتظام کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بڑی تاکید و ترغیب دی ہے اور اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں برابر کر کے فرمایا:

"کسی یتیم بچے کی کفالت کرنے والا شخص جنت میں مجھ سے اتنا قریب ہوگا جس طرح یہ دونوں اُنگلیاں ملی ہوئی ہیں۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"بیوہ عورتوں، غریبوں اور محتاجوں کی خبر گیری اور مدد کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا آدمی راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے درجے پر ہے اور ثواب میں اس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات نفلوں میں گذارتا ہو۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا :-

"جو بھوکے ہوں اُن کے کھانے کا انتظام کرو، بیماروں کی خبر لو، قیدیوں کو چھڑاؤ۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو چند ہدایتیں فرمائیں اور اس ضمن میں فرمایا :-

"مصیبت زدوں کی مدد کرو اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاؤ۔"

ان حدیثوں میں آپؐ نے مسلم وغیر مسلم کی تخصیص نہیں فرمائی، بلکہ بعض حدیثوں میں تو آپ نے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی سخت تاکید فرمائی ہے اور بے زبان جانوروں پر ترس کھانے والے اور ان کی خبر گیری کرنے والے لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوش خبری سنائی ہے۔

فی الحقیقت اسلام سارے عالم اور ساری مخلوق کے لئے رحمت ہے اور ہمارے آقا اور ہادی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، لیکن ہم خود آپ کے احکام اور پیغام سے دُور ہو گئے۔ کاش! ہم بھی سچے مسلمان بن کر ساری دنیا کے لئے رحمت بن جائیں۔

مسلمانؐ پر مسلمان کا حق

قرابت اور پڑوس اور عام انسانی حقوق کے علاوہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے کچھ اسلامی حقوق ہیں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی چند حدیثیں یہ ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر لازم ہے کہ نہ
اس پر خود کوئی ظلم و زیادتی کرے، اور (اگر کوئی دوسرا اس پر
ظلم کرے، تو یہ) اس کو اکیلا چھوڑ کر الگ نہ ہو جائے (بلکہ ممکن
ہو تو اس کی مدد کرے، اور اس کا ساتھ دے)، تم میں سے جو
کوئی اپنے بھائی کی حاجت پورا کرنے میں لگا رہے گا، تو اللہ تعالیٰ
اس کی حاجت میں لگا رہے گا، اور جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان
بھائی کی تکلیف کو دور کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں
قیامت کی کسی تکلیف سے اس کو نجات دے گا اور جو شخص کسی
مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالےٰ قیامت کے دن
اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"تم باہم بغض و عداوت نہ رکھو، حسد نہ کرو، غیبتیں نہ کرو، اور
ایک اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، اور کسی مسلمان
کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن
سے زیادہ ترکِ سلام و کلام کرے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"مسلمان کا مال، اس کی جان اور اس کی آبرو مسلمان پر
بالکل حرام ہے۔"

اب ہم آدابِ معاشرت اور حقوق باہمی کے اس سلسلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں۔ جو ہر مسلمان کو لرزا دینے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہؓ سے پوچھا

"بتاؤ مفلس اور نادار کون ہے؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:۔

"حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم)، مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں آپؐ نے فرمایا: "نہیں! ہم میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز اور روزہ اور صدقہ کا ذخیرہ لے کر آئے گا، لیکن دنیا میں اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان رکھا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا، کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا، جب یہ حساب کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا، تو اس کے مدعی لوگ آئیں گے اور بقدر اُن کے حقوق کے اِس کی نیکیوں میں سے اُن کو دلوایا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی سب نیکیاں ختم ہو جائیں گے تو پھر ان کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے، اور اس کو جہنم میں دھکوا دیا جائے گا۔" بھائیو! اس حدیث پر غور کرو اور سوچو کہ دوسروں کی حق تلفی اور ان کو بُرا بھلا کہنا اور انکی غیبتیں کرنا، اپنے آپ کو کس قدر ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

خدا کے بندو! اگر کسی کی کوئی حق تلفی تم نے کی ہو، تو دنیا ہی میں اس کا حساب کرلو یا اس کا بدلہ دے دو یا معاف کرالو، اور آئندہ کے لئے احتیاط کا عہد کرلو، ورنہ آخرت میں اس کا انجام بہت بُرا ہونے والا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

نواں سبق

اچھے اخلاق اور عمدہ صفات

اچھے اخلاق و اوصاف کی تعلیم بھی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے اور لوگوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح و درستی ان خاص مقاصد میں سے ہے جن کے پورا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر بھیجے گئے تھے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

"میں اللہ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تعلیم دوں، اور انہیں مرتبہ کمال تک پہنچاؤں۔"

اچھے اخلاق کی فضیلت اور اہمیت

اسلام میں اچھے اخلاق کی جو اہمیت اور فضیلت ہے اس کا کچھ اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیثوں سے کیا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔"

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن میری نظر میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہوگا
جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ وزن اچھے
اخلاق کا ہوگا۔"

ایک اور روایت میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:۔

"وہ کونسی صفت ہے جو انسان کو جنت میں لے جاتی ہے؟
آپؐ نے فرمایا:۔ "اللہ کا خوف اور اچھے اخلاق۔"

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اچھے اخلاق والے مومن کو دنوں کے روزوں اور راتوں کے
قیام (یعنی نفل نمازوں) کا ثواب ملتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جس اللہ کے بندے کو ایمان نصیب ہو اور وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے فرض ادا کرتا ہوں اور زیادہ نفل روزے نہ رکھتا ہو" اور نہ رات کو بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتا ہو۔ مگر اس کے اخلاق اچھے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو عمدہ اخلاق کی وجہ سے ہی ان لوگوں کے برابر ثواب دے گا جو صائم النہار اور قائم اللیل ہوں (یعنی دِنوں کو روزے رکھنے والے اور راتوں کو نفل نمازیں پڑھنے والے ہوں۔)

بُرے اَخلاق کی نحوست

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اخلاق کی یہ فضیلتیں بیان فرمائی

ہیں اسی طرح بُرے اخلاق کی نحوست سے بھی آپ نے ہم کو خبردار کیا ہے
ایک حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔
"بُرے اخلاق والا آدمی جنت میں نہ جا سکے گا"
ایک اور روایت میں ہے ، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔
"کوئی گناہ اللہ کے نزدیک بُرے اخلاق سے بدتر نہیں ۔"

چند اہم اور ضروری اخلاق کا بیان

یوں تو قرآن و حدیث میں تمام اچھے اخلاق اور عمدہ روحانی صفات کی تعلیم دی گئی ہے اور سب بُرے اخلاق اور بُری عادات سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے لیکن یہاں ہم اسلام کی صرف ضروری اور بنیادی درجے کی چند اخلاقی ہدایتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے بغیر کوئی شخص سچا مومن اور مسلم نہیں ہو سکتا

سچائی اور راستبازی

اسلام میں سچائی کی اتنی اہمیت ہے کہ ہر مسلمان کو ہمیشہ سچ بولنے کے علاوہ اس کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ سچوں کے ساتھ اور سچوں کی صحبت میں رہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ۝

اے ایمان والو! خدا سے ڈرو، اور صرف سچوں کے ساتھ رہو۔

حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا :-

جو یہ چاہے کہ اللہ و رسول سے اس کو محبت ہو، یا اللہ و رسول اُس سے محبت کریں، تو اس کو لازم ہے کہ جب بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے۔

ایک اور حدیث میں ہے آپؐ نے فرمایا :-

" سچائی" اختیار کرو۔ اگرچہ اس میں اپنی بربادی اور موت نظر آئے کیوں کہ دراصل نجات اور زندگی سچائی ہی میں ہے اور جھوٹ سے پرہیز کرو۔ اگرچہ اس میں بظاہر نجات اور کامیابی نظر آئے۔ کیونکہ جھوٹ کا انجام بربادی اور نامرادی ہے۔"

ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا، کہ

" اہل جنت کی کیا علامت ہے ؟"

آپ نے فرمایا :- " سچ بولنا"

اور اس کے بالمقابل ایک دوسری حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا :-

" جھوٹ بولنا منافق کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

" کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا :-

کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا :- ہاں ! ہو سکتا ہے۔"

پھر دریافت کیا گیا " کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے ؟

آپ نے فرمایا :۔ "ہاں ہو سکتا ہے" پھر سوال کیا گیا "کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے ؟" آپ نے ارشاد فرمایا : "نہیں!" (یعنی جھوٹ کی عادت ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ۔)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے ، کہ ہمیشہ کے لئے ہم سچائی کو اختیار کریں جو نجات دلانے والی ، جنت میں پہنچانے والی اور اللہ اور رسول کا محبوب بنانے والی ہے اور جھوٹ سے مکمل پرہیز کریں ، جس کا انجام تباہی و بربادی اور خدا اور رسول کی لعنت اور ناراضامندی ہے اور جو منافقوں کی نشانی ہے۔

عہد کی پابندی

یہ بھی دراصل سچائی ہی کی ایک خاص قسم ہے کہ جس کسی سے جو عہد کیا جائے ۔ اس کو پورا کیا جائے ۔ قرآن و حدیث میں خصوصیت سے اس کی ہدایت اور تاکید فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۴)	اور اپنا ہر عہد پورا کرو یقیناً تم سے قیامت میں ہر عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔

قرآن شریف ہی میں ایک دوسری جگہ نیکیوں کے ذکر میں فرمایا گیا ہے

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا	اور اللہ کے نزدیک نیک وہ لوگ بھی

عَاهَدُوْا - (بقرہ - ع ۲۲) ہیں جو اپنے عہد کو پورا کریں، جب عہد کریں

حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے

"جو اپنے عہد کا پابند نہیں، اُس کا دین میں حصہ نہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"عہد کا پورا نہ کرنا منافقوں کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔"

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عہد شکنی اور وعدہ خلافی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ ان بُری عادتوں سے ہم سب کو بچائے

امانت داری

امانت داری بھی دراصل سچائی اور راستبازی ہی کی ایک خاص قسم ہے۔ اسلام میں اس کی تاکید بھی خصوصیت سے فرمائی گئی ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ — اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔

اور قرآن شریف ہی میں دو جگہ پر سچے ایمان والوں کی صفات کے بیان میں فرمایا گیا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ — اور وہ لوگ جو امانتوں اور اپنے عہد

عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ (سورۂ مومنون و سورہ معارج) کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی امانتیں ادا کرتے ہیں اور عہد کو پورا کرتے ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ اپنے اکثر خطبوں میں برسرِ منبر فرمایا کرتے تھے :۔

"لوگو! جس میں امانت کی صفت نہیں، اس میں گویا ایمان ہی نہیں۔"

ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

"کسی کی نیکی کا اندازہ کرنے کے لئے صرف اس کے نماز روزہ ہی کو نہ دیکھو (یعنی کسی کے نماز روزہ ہی کو دیکھ کر اس کے معتقد نہ ہو جاؤ) بلکہ یہ چیز دیکھو کہ جب بات کرے تو سچ بولے، اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ادا کرے، اور تکلیف اور مصیبت کے دنوں میں بھی پرہیزگاری پر قائم رہے۔"

عزیزو!

اگر ہم اللہ کے نزدیک سچے مومن اور اس کی رحمتوں کے مستحق ہونا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ ہر معاملہ میں امانتداری اور ایمانداری اختیار کریں اور عہد کی پابندی کو زندگی کا اصول بنائیں، یاد رکھو کہ ہم میں سے جس کسی میں یہ اوصاف نہیں، وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سچّا مومن اور پورا مسلمان نہیں

عدل و انصاف

اسلام نے ہر معاملہ میں عدل و انصاف کی بھی بڑی سخت تاکید فرمائی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ۚ

اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے کا اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

پھر اسلام میں عدل و انصاف کی یہ تاکید صرف اپنوں ہی کے حق میں نہیں فرمائی گئی ہے۔ بلکہ غیروں کے حق میں بھی" اور جان و مال اور دین و ایمان کے دشمنوں کے حق میں بھی عدل و انصاف ہی کی تاکید فرمائی گئی ہے، قرآن شریف کا کھلا ہوا ارشاد ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۖ

(سورۂ مائدہ ع ۲)

اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس گناہ پر آمادہ نہ کردے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو، تم ہر حال میں ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو، "تقویٰ" کی شان کے یہی زیادہ مناسب ہے

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی سے یا کسی قوم سے اگر بالفرض ہماری دشمنی اور لڑائی ہو، تب بھی ہم اس کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کر سکتے، اور اگر کریں گے تو اللہ کے نزدیک سخت مجرم اور گناہگار ہوں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"قیامت کے دن اللہ سے سب سے زیادہ قریب اور اللہ کو سب سے

زیادہ پیارا امام عادل ہوگا (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق انصاف
کے ساتھ حکومت کرنے والا حکمران)، اور اللہ سے سب سے زیادہ دُور
اور سخت ترین عذاب میں گرفتار قیامت کے دن امام جائر ہوگا
(یعنی ظلم اور بے انصافی سے حکومت کرنے والا حکمران)"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن
صحابہ سے فرمایا :-

"تم جانتے ہو، کہ قیامت کے دن اللہ کے سایۂ رحمت میں کون
لوگ سب سے پہلے آئیں گے ؟ عرض کیا گیا کہ ' اللہ اور اُس کے
رسول ہی کو زیادہ معلوم ہے (لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہم کو
بتلائیں کہ کون خوش نصیب بندے قیامت کے دن سب سے پہلے
رحمت کے سایہ میں لئے جائیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا :-

"یہ وہ بندے ہونگے جن کا حال یہ ہوگا کہ جب اُن کا حق انکو
دیا جائے، تو قبول کریں، اور جب کوئی اُن سے اپنا حق مانگے تو
وہ (بغیر لیت ولعل کے)، اس کا حق ادا کردیں، اور دوسرے
لوگوں کے لئے بالکل اسی طرح فیصلہ کریں جس طرح کہ خود اپنے لئے
کریں (یعنی اپنے اور غیر کے معاملہ میں کوئی فرق نہ کریں)"

افسوس! ہم مسلمانوں نے اسلام کی ان پاکیزہ تعلیمات کو بالکل بھلا دیا
ہے۔ اگر آج مسلمانوں میں یہ صفات پیدا ہو جائیں کہ وہ بات کے سچے، عہد
کے پکے، امانت دار اور ہر ایک کیساتھ عدل وانصاف کرنیوالے ہو جائیں تو دنیا

کی عزتیں بھی ان کے قدم چومیں، اور جنت میں بھی انکو بہت بڑے درجے ملیں

رحم کھانا اور قصور وار کو معاف کرنا

کسی کو مصیبت کی حالت میں اور دکھ درد میں مبتلا دیکھ کر اس پر رحم کھانا اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنا، اور کسی خطاکار کی خطا معاف کرنا بھی اُن اخلاق میں سے ہے، جن کی اسلام میں بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت ہے

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"تم اللہ کے بندوں پر رحم کھاؤ، تم پر رحمت کی جاوے گی، تم لوگوں کے قصور معاف کرو، تمہارے قصور معاف کئے جائیں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"جو کوئی کسی کا قصور معاف نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا قصور معاف نہیں کرے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"رحم کھانے والوں پر رحمٰن رحمت کرتا ہے، تم زمین والوں کیساتھ رحم کا معاملہ کرو، تم پر آسمان والا رحمت کرے گا۔"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام، دوست اور دشمن سب کے ساتھ بلکہ زمین میں بسنے والی سب مخلوق کیساتھ رحم دلی کی تعلیم دیتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"کسی شخص نے ایک پیاسے کتے کو جو پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا، اس پر رحم کھا کر پانی پلا دیا تھا، تو اللہ نے اس کے اس فعل کے بدلہ میں اُس کو جنت عطا فرما دی تھی۔"

افسوس! اللہ کی مخلوق پر رحم کھانے اور سب کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صفت ہم سے نکل گئی اور اسی واسطے ہم خدا کی رحمتوں کے قابل نہیں رہے۔

نرم مزاجی

لین دین میں اور ہر طرح کے برتاؤ میں، نرمی اور آسانی کرنا بھی اسلام کی خاص تعلیمات میں سے ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

" نرمی کرنیوالوں اور آسانی کرنے والوں پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

" اللہ تعالےٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا دیتا ہے۔ جتنا سختی پر نہیں دیتا۔"

تحمّل اور بردباری

ناگوار باتوں کو برداشت کرنا، اور ایسے موقع پر غصّہ کو پی جانا بھی اُن اخلاق میں سے ہے جن کو اسلام سب انسانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے، اور اللہ کے نزدیک ان اہلِ ایمان کا بڑا درجہ ہے' جو اپنے اندر یہ صفت پیدا کریں

قرآن شریف میں جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہے۔ جن کے لئے جنت سجائی گئی ہے وہاں ایسے لوگوں کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے' ارشاد ہے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۚ (آل عمران ع ۱۴) — جو غصّہ کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہیں۔

ایسے لوگوں کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کہ:-

"جو شخص اپنے غصہ کو روکے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔"

بڑے خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو غصہ آنے کے وقت ان آیتوں اور حدیثوں کو یاد کر کے اپنے غصّہ کو روک لیں' اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ان سے اپنا عذاب کو روک لے۔

خوش کلامی اور شیریں زبانی

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں سے ایک خاص تعلیم یہ بھی ہے کہ

بات چیت ہمیشہ خوش اخلاقی سے اور میٹھی زبان میں کی جائے اور سخت کلامی اور بد زبانی سے پرہیز کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۝ — اور لوگوں سے اچھی بات کہو

اسلام نے خوش کلامی کو نیکی قرار دیا ہے اور سخت کلامی کو گناہ بتلایا ہے حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ

نرمی اور خوش اخلاقی سے بات چیت کرنا نیکی ہے، اور ایک قسم کا صدقہ ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

"بد زبانی ظلم ہے اور ظلم کا ٹھکانا جہنم ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ "بد زبانی نفاق ہے (یعنی منافقوں کی خصلت ہے)"

اللہ تعالیٰ بد زبانی اور سخت کلامی کی اس ظالمانہ اور منافقانہ خصلت سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اور

وہ خوش کلامی اور نرم گفتاری

ہم کو نصیب فرمائے جو ایمان کی شان ہے اور

اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے

عاجزی اور انکساری

اسلام جن عادتوں کو اپنے ماننے والوں میں عام کرنا چاہتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے دوسرے بندوں کے مقابلے میں آدمی اپنے آپ کو نیچا رکھے اور خود کو عاجز اور حقیر بندہ سمجھے، یعنی غرور اور تکبر سے اپنے دل کو پاک رکھے اور اس کے بجائے خاکساری کو اپنا شیوہ بنائے۔

اللہ کے یہاں عزت اور بلندی انھیں خوش نصیبوں کے لئے ہے، جو اس دنیا میں نیچے ہو کر رہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان ع ۶)	رحمٰن کے خاص بندے تو وہی ہیں، جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (القصص ع ۹)	آخرت کے اس گھر (جنت) کا وارث ہم انہیں کو کریں گے جو نہیں چاہتے دنیا میں بڑائی حاصل کرنا اور فساد کرنا۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جس نے خاکساری اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے اتنے بلند کرے گا، کہ اس کو اعلیٰ علیین میں پہنچائے گا۔" (جو جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے)۔"

اور اس کے برخلاف غرور اور تکبّر اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

"جس شخص کے دل میں، رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبّر ہوگا، تو اللہ اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈلوائے گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :-

"جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبّر اور غرور ہوگا وہ جنت میں نہ جا سکے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"تکبّر سے بچو، تکبّر ہی وہ گناہ ہے ، جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شیطانی خصلت سے بچائے اور وہ عاجزی اور خاکساری نصیب فرمائے جو اس کو پسند ہے ، اور جو بندگی کی شان ہے لیکن یہاں ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری عاجزی اور خاکساری اپنے نفس اور اپنی ذات کے معاملہ میں ہونی چاہیئے۔ مگر حق کے معاملہ میں اور دین کے بارے میں ہمیں قوت اور پختگی کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اس موقع کے لئے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم یہی ہے

الغرض مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنی ذات کو حقیر اور نیچا سمجھے اور حق پر مضبوطی سے قائم رہے اور کسی کے ڈر، خوف سے اس میں کمزوری نہ دکھلائے۔

صبر و شجاعت

اس دُنیا میں آدمیوں پر مصیبتوں اور مشقتوں کے وقت بھی آتے ہیں، کبھی بیماری آتی ہے، کبھی محتاجی اور ناداری کی صورت ہو جاتی ہے، کبھی ظالم دشمن ستاتے ہیں۔ کبھی دوسرے طور پر حالات ناموافق ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے موقعوں کے لئے اسلام کی خاص تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے بندے صبر اور ہمت سے کام لیں اور ہزار تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود مضبوطی اور بہادری کے ساتھ اپنے اصول پر قائم رہیں، ایسے لوگوں کے لئے قرآن شریف کی خوشخبری ہے کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں:۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝ — اور اللہ صبر والوں سے محبت رکھتا ہے۔

دوسری آیت میں ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ ۝ — اللہ یقیناً صبر والوں کے ساتھ ہے۔

ایک اور آیت میں ان ایمان والوں کی بڑی تعریف کی گئی ہے جو تکلیف اور مشقت کی حالت میں اور حق کے لئے جنگ میں ثابت قدم رہیں اور قربانی سے نہ بھاگیں،

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ وَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ — اور جو لوگ سختی اور تکلیف اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں، وہی ہیں جو سچے اور متقی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جس نے اللہ کے لئے محبت کی، اور اللہ کے لئے دشمنی کی اور اللہ کیلئے دیا اور اللہ کے لئے منع کیا۔ اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔"

مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنے تعلقات اور معاملات کو اپنی ذاتی خواہش اور دُوسری اغراض کے بجائے صرف رضاءِ الٰہی کے ماتحت کر دیا۔ وہی اللہ کے نزدیک کامل مومن ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، کہ:۔

"اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا اور ثواب کا معاملہ خلوص اور دل کی نیت کے مطابق ہو گا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"لوگو! اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو، اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے۔ جو اخلاص سے ہو۔"

آخر میں ایک اور حدیث ذکر کی جاتی ہے۔ جس کو سُن کر ہم سب کو لرز جانا چاہیئے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، جب اس حدیث کو سناتے تھے تو کبھی کبھی بے ہوش ہو گر پڑتے تھے۔

وہ حدیث یہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"قیامت میں سب سے پہلے قرآن کے بعض عالم اور۔

بعض شہید اور بعض مالدار پیش کیے جائیں گے ، اور ان لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے زندگی میں ہمارے لئے کیا کیا؟

عالمِ قرآن کہے گا : کہ

میں عمر بھر تیری کتاب کو پڑھتا پڑھاتا رہا اور اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور یہ سب تیرے واسطے کیا۔

ارشاد ہوگا ، تو جھوٹا ہے ، تو نے تو یہ سب کچھ اپنی شہرت کے لئے کیا تھا ، جو دنیا میں تجھے حاصل ہو چکی۔

پھر مالدار سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تجھ کو مال دیا تھا ، تو نے اس میں ہمارے لئے کیا کیا۔ ؟ وہ کہے گا کہ نیکی کے سب کاموں میں اور بھلائی کی سب راہوں میں تیری رضا کے لئے صرف کیا۔

ارشاد ہوگا : تو جھوٹا ہے ، تو نے دنیا میں یہ فیاضی صرف اس لیے کی تھی کہ تیری سخاوت اور فیاضی کے چرچے ہوں اور لوگ تعریفیں کریں ، سو دنیا میں یہ سب کچھ تجھے حاصل ہو چکا۔

پھر اسی طرح شہید سے پوچھا جائے گا ، وہ کہے گا کہ تیری دی ہوئی سب سے عزیز چیز جان تھی ، میں اس کو بھی تیرے لئے قربان کر آیا۔

ارشاد ہوگا ، تو جھوٹا ہے ، تو نے تو جنگ میں صرف اس لئے حصّہ لیا تھا کہ تیری بہادری کی شہرت ہو اور تیرا نام ہو ، سو وہ شہرت اور ناموری تجھے دنیا میں حاصل ہو گئی۔

پھران تینوں کے لئے حکم ہوگا کہ ان کو اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ یہ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔"

بھائیو! ہمیں چاہیئے کہ اپنے اعمال کو اس حدیث کی روشنی میں دیکھیں اور اپنے دلوں اور اپنی نیتوں میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

اے اللہ! ہم سب کو اخلاص نصیب فرما، اور ہمارے ارادوں اور ہماری نیتوں کو محض اپنے فضل وکرم سے درست فرما دے اور ہم کو اپنے مخلص بندوں میں سے کردے (آمین)

دسواں سبق

ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

اور

دین کی محبّت

بھائیو! اسلام جس طرح ہم کو اللہ و رسول پر ایمان لانے اور نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اور ایمانداری اور پرہیزگاری اور خوش اخلاقی اور نیک اطواری اختیار کرنے کی ہدایت اور تاکید کرتا ہے، اسی طرح اس کی ایک خاص ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کی ہر چیز سے زیادہ یہاں تک کہ اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں اور جان و مال اور عزت و آبرو سے زیادہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اُس کے مقدس دین سے محبت کریں۔ یعنی اگر کبھی کوئی ایسا نازک اور سخت وقت آئے کہ دین پر قائم رہنے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر چلنے کی وجہ سے ہمیں جان و مال اور عزت و آبرو کا خطرہ ہو تو اس وقت بھی اللہ و رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دین کو نہ چھوڑیں، اور جان و مال یا عزت و آبرو پر جو کچھ گذرے، گزر جانے دیں

قرآن و حدیث میں جا بجا فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اسلام کا دعویٰ کریں، اور اُن کو اللہ و رسول کے ساتھ اور ان کے دین کے ساتھ ایسی محبت اور اس درجہ کا تعلق نہ ہو، وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی طرف سے سخت سزا اور عذاب کے مستحق ہیں۔

سورۂ توبہ میں فرمایا گیا ہے :-

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؕ

(سورۂ توبہ ع - ۳)

(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تم اُن لوگوں کو جتلا دو کہ اگر تمہارے ماں باپ، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی برادر، تمہاری بیویاں، اور تمہارا کنبہ قبیلہ اور تمہارا مال و دولت جسے تم نے کمایا ہے اور تمہاری تجارت جس کی کسادبازاری سے تم ڈرتے ہو، اور تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں (سو اگر یہ چیزیں) تم کو زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اسکے دین کیلئے کوشش کرنے سے تو اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو اور یاد رکھو کہ اللہ نہیں ہدایت دیتا ہے نافرمانوں کو

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے دین کے مقابلہ میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں، یا مال و جائداد

سے زیادہ محبت رکھتے ہوں، اور جن کو اللہ و رسولؐ کی رضامندی اور دین کی خدمت و ترقی سے زیادہ فکر ان چیزوں کی ہو وہ اللہ کے سخت نافرمان ہیں، اور اس کے غضب کے مستحق ہیں۔

ایک مشہور اور صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ایمان کی مٹھاس اور دین کا ذائقہ اُسی شخص کو نصیب ہوگا۔ جس میں تین باتیں جمع ہوں: اوّل یہ کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اُس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی محبّت کرے صرف اللہ کے لئے کرے (گویا ذاتی اور حقیقی محبّت صرف اللہ ہی سے ہو) اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹنا اور دین کو چھوڑنا اس کو ایسا ناگوار اور گراں ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا۔"

تو معلوم ہوا کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اصلی اور سچے مسلمان وہی ہیں جن کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دین اسلام کی محبت دنیا کے تمام آدمیوں اور تمام چیزوں سے زیادہ ہو یہاں تک کہ اگر وہ کسی آدمی سے بھی محبت کریں تو اللہ ہی کے لئے کریں، اور دین سے ان کو ایسی الفت ہو کہ اُس کو چھوڑ کر کفر کا طریقہ اختیار کرنا ان کے لئے اتنا شاق اور ایسا تکلیف دہ ہو جیسا کہ آگ کے الاؤ میں ڈالا جانا

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک پورا مومن اور اصلی

مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ سے اور اپنی اولاد سے اور دنیا کے سارے آدمیوں سے زیادہ نہ ہو۔"

بھائیو!

ایمان دراصل اسی کا نام ہے کہ آدمی بالکل اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جائے اور اپنے سارے تعلقات اور خواہشات کو ان کے تعلق پر اور ان کے دین کی راہ میں قربان کر سکے، جس طرح کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کر دکھایا، اور آج بھی اللہ کے سچے اور صادق بندوں کا یہی حال ہے، اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اللہ تعالٰے ہم سب کو بھی انہیں کے ساتھ اور انھیں میں سے کر دے۔

———— ✲ ————

گیارھواں سبق

اللہ کے سچے دین کی خدمت و دعوت

بھائیو! جس طرح ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ و رسول پر ایمان لائیں اور اُن کے بتائے ہوئے نیکی اور پرہیزگاری کے اُس سیدھے اور روشن راستے پر چلیں جس کا نام "اسلام" ہے، اسی طرح ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ اللہ کے جو بندے اُس راستے سے بے خبر ہیں، یا اپنی طبیعت کی بُرائی کی وجہ سے اس پر نہیں چل رہے ہیں، ان کو بھی اس سے واقف کرنے اور اس پر چلانے کی کوشش کریں، یعنی جس طرح اللہ نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم اس کے اچھے فرمانبردار، عبادت گزار اور پرہیزگار بندے بنیں، اسی طرح اس نے یہ بھی فرض کیا ہے کہ اِس مقصد کے لئے ہم اس کے دوسرے بندوں میں بھی کوشش کریں، اسی کا نام دین کی خدمت اور دین کی دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس نے ہزاروں پیغمبر اس دنیا میں اسی مقصد کے لئے بھیجے اور اُن پیغمبروں نے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کے اور دُکھ سہہ کے دین کی خدمت و دعوت کا یہ کام انجام دیا، اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کیلئے کوششیں کیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کا ساتھ دینے والوں پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے،

پیغمبری کا یہ سلسلہ خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ذریعہ اپنے اس خاص فیصلے کا اعلان بھی کرا دیا، کہ دین کی تعلیم و دعوت اور لوگوں کی اصلاح وہدایت کے لئے آئندہ اب کوئی نیا پیغمبر نہیں بھیجا جائے گا، بلکہ اب قیامت تک یہ کام انھیں لوگوں کو کرنا ہوگا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ حق کو مان چکے ہیں اور اُن کی ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔

الغرض نبوت ورسالت ختم ہونے کے بعد دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح وہدایت کی تمام تر ذمہ داری ہمیشہ کے لئے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے سپرد کردی گئی ہے اور دراصل اس اُمت کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے بلکہ قرآن شریف میں اسی کام اور اسی خدمت دعوت کو اس اُمت کے وجود کا مقصد بتلایا گیا ہے، گویا کہ یہ اُمت پیدا ہی اس کام کے لئے کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران ع ۱۲)	(اے اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تم ہو وہ بہترین جماعت جو اس دنیا میں لائی گئی ہے انسانوں کی اصلاح کے لئے، تم کہتے ہو نیکی کو اور روکتے ہو بُرائی سے اور سچا ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی دوسری اُمتوں اور جماعتوں میں اسی لحاظ سے ممتاز اور افضل تھی کہ خود ایمان اور نیکی کے راستے پر چلنے کے علاوہ دوسروں کو بھی نیکی کے راستے پر چلانے اور برائیوں سے بچانے کی کوشش کرنا اس کی خاص خدمت اور خاص ڈیوٹی

تھی اور اسی لئے اس کو "خیرِ اُمّتہ" قرار دیا گیا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اُمت اگر دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا یہ فرض ادا نہ کرے تو وہ اس فضیلت کی مستحق نہیں بلکہ سخت مجرم اور قصور وار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے کام کی ذمہ داری اس کے سپرد کی اور اس نے اس کو پورا نہیں کیا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ سپاہیوں کے کسی دستہ کو شہر میں اس کام پر مقرر کرے کہ وہ برائیوں اور بدمعاشیوں کو روکیں۔ لیکن وہ سپاہی اس خدمت کو انجام نہ نہ دیں، بلکہ وہ خود بھی سب جرائم اور بدمعاشیاں کرنے لگیں جن کی روک تھام کے لئے بادشاہ نے ان کی ڈیوٹی لگائی تھی، تو ظاہر ہے کہ یہ مجرم سپاہی انعام یا نوکری پانے کے مستحق تو کیا ہوتے سخت سزا کے قابل ہوں گے بلکہ اگر ان کو دوسرے مجرموں یا بدمعاشوں سے زیادہ سزا دی جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

افسوس! اس وقت اسلامی امت کا حال یہی ہے کہ دین کی خدمت و دعوت اور دنیا کی اصلاح و ہدایت کا کیا ذکر، خود ان میں دس پانچ فی صدی سے زیادہ ایسے نہیں رہے ہیں جو صحیح معنوں میں مومن و مسلم ہوں، نیکیاں کرتے ہوں اور برائیوں سے بچتے ہوں۔ ایسی حالت میں ہمارا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ دین کی دعوت اور اصلاح و ہدایت کا کام پہلے اس اُمت ہی کے اُن طبقوں میں کیا جائے جو دین و ایمان اور نیکی و پرہیزگاری کے راستے سے دُور ہو گئے ہیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں خواہ ان کی عملی حالت کیسی ہی ہو، وہ بہر حال ایمان و اسلام کا اقرار کر کے خدا اور رسول اور اُن کے دین کے ساتھ ایک قسم کا رشتہ اور ایک طرح کی خصوصیت پیدا کر چکے

ہیں اور اسلامی سوسائٹی اور برادری کے ایک فرد بن چکے ہیں، اس واسطے ہمارے لئے ان کی اصلاح و تربیت کی فکر بہر حال مقدم ہے۔ جس طرح کہ قدرتی طور سے ہر شخص پر اس کی اولاد، اور اس کے قریبی رشتہ داروں کی خبر گیری اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ ہوتی ہے۔

ایک اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا کے عام لوگ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے اسلام کی خوبی اور بہتری کو کبھی نہیں سمجھ سکتے، بلکہ اُلٹے اِس سے متنفر اور بیزار ہوتے ہیں، ہمیشہ سے عام لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے اور اب بھی یہی طریقہ ہے کہ کسی دین کے ماننے والوں کی حالت اور اُن کے اعمال و اخلاق دیکھ کر ہی اُس دین کے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کی جاتی ہے

جس زمانہ تک مسلمان عام طور سے سچے مسلمان ہوتے تھے اور پوری طرح اسلام کے احکام پر چلتے تھے، دنیا کے لوگ صرف ان کو دیکھ دیکھ کے اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے اور علاقے کے علاقے اور قومیں کی قومیں اسلام میں داخل ہوتی تھیں لیکن جب سے مسلمانوں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہو گئی جو اپنے کو مسلمان تو کہتے ہیں مگر ان کے اعمال اور اخلاق اسلامی نہیں ہیں اور ان کے دل ایمان اور تقویٰ کے نور سے خالی ہیں، اس وقت سے دنیا اسلام ہی سے بدظن ہو گئی ہے۔

بہر حال ہمیں اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمان اُمّت کی طرزِ زندگی اور مسلمان قوم کی عملی حالت ہی اسلام کے حق میں سب سے بڑی شہادت اور گواہی ہے۔ وہ اگر اچھی ہوگی تو دنیا اسلام کے متعلق اچھی رائے قائم کرے گی۔ اور خود بخود اس کی طرف آئے گی اور اگر بُری ہوگی تو پھر عام دنیا اسلام ہی کو بُرا

جانے گی اور پھر اُن کو اسلام کی دعوت اگر دی بھی جائے گی تو اس کا کوئی اثر نہ ہو گا
پس دوسروں میں اسلام کی دعوت کا کام بھی اس پر موقوف ہے کہ مسلمان اُمت
میں اسلامی زندگی یعنی ایمان اور عملِ صالح عام ہو۔ بہر حال اس لحاظ سے بھی یہی
ضروری ہے کہ پہلے مسلمانوں ہی کی اصلاح و ہدایت کی فکر کی جائے اور ان میں دینی
زندگی کو عام کرنے کے لئے پوری قوت سے جدّ و جہد کی جائے۔

قرآن شریف میں اس کام کو (یعنی دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اصلاح
و ہدایت کی کوشش کو) "جہاد" بھی کہا گیا ہے بلکہ "جہاد کبیر" یعنی بڑا جہاد بتلایا گیا
ہے[1] اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر یہ کام خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اور محض اللہ کی
رضامندی کے لئے کیا جائے تو یقیناً اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا "جہاد" ہے۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد صرف اس جنگ کا نام ہے جو دینی اصول و
احکام کے مطابق اللہ کے راستہ میں لڑی جائے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دین کی
دعوت اور بندگانِ خدا کی اصلاح و ہدایت کے لئے جس وقت جو کوشش کی جا
سکتی ہو، وہی اس وقت کا خاص "جہاد" ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تقریباً بارہ[12] تیرہ[13] برس مکہ معظمہ میں
رہے اس پوری مدت میں آپؐ کا آپؐ کے ساتھیوں کا جہاد یہی تھا کہ مخالفتوں
اور طرح طرح کی مصیبتوں کے باوجود خود دین پر مضبوطی سے جمے رہے اور
دوسروں کی اصلاح و ہدایت کی کوششیں کرتے رہے اور بندگانِ خدا کو

---

[1] سورہ فرقان کی آیت "وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۵" کے متعلق مفسرین
کی عام رائے یہی ہے کہ اس سے تبلیغ و دعوت مراد ہے۔ ۱۲۰

خفیہ وعلانیہ دین کی دعوت دیتے رہے۔

الغرض اللہ سے غافل اور راستے سے بھٹکے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانے کی اور صحیح راستہ پر چلانے کی کوشش کرنا، اور اس راہ میں اپنا پیسہ خرچ کرنا، وقت اور چین وآرام قربان کرنا، یہ سب اللہ کے نزدیک "جہاد" ہی میں شمار ہے بلکہ اس وقت کا "خاص جہاد" یہی ہے۔

اس کام کے کرنے والوں کو آخرت میں جو اجر وثواب ملنے والا ہے اور نہ کرنے والوں کے لئے اللہ کی لعنت وغضب کے جو خطرے ہیں، اُن کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص لوگوں کو صحیح راستہ کی دعوت دے اور نیکی کی طرف بُلائے تو جو لوگ اس کی بات مان کر جتنی نیکیاں اور بھلائیاں کریں گے، اور ان نیکیوں کا جتنا ثواب ان کرنے والوں کو ملے گا اتنا ہی ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جس نے ان کو نیکی کی دعوت دی، اور اس کی وجہ سے خود نیکی کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض آپ کی دعوت اور کوشش سے دس بیس آدمیوں کی بھی اصلاح ہو گئی اور وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے لگے، اور دینی احکام پر چلنے لگے، نمازیں پڑھنے لگے اور اسی طرح دوسرے فرائض ادا کرنے لگے اور گناہوں اور بری باتوں سے بچنے لگے،

تو ان چیزوں کا جتنا ثواب ان سب کو ملے گا، اس سب کے مجموعہ کے برابر تنہا آپ کو ملے گا۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس قدر اجر و ثواب کمانے کا دوسرا راستہ ہے ہی نہیں، کہ ایک آدمی کو سیکڑوں آدمیوں کی عبادتوں اور نیکیوں کا ثواب مل جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے فرمایا:

"اے علی رضؓ! قسم اللہ کی اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت ہو جائے تو تمہارے حق میں یہ اس سے بہتر ہے کہ بہت سے سرخ اونٹ تمہیں مل جائیں (واضح رہے کہ اہل عرب سُرخ اونٹوں کو بہت بڑی دولت سمجھتے تھے)"

درحقیقت اللہ کے بندوں کی اصلاح و ہدایت اور ان کو نیکی کے راستہ پر لگانے کی کوشش، جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا بہت اونچے درجے کی خدمت اور نیکی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی خاص وراثت اور نیابت ہے پھر دنیا کی کسی بڑی سے بڑی دولت کی بھی اس کے مقابلے میں کیا حقیقت ہو سکتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے کام کی اہمیت کو ایک عام فہم مثال کے ذریعہ بھی سمجھایا ہے۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ:

فرض کرو ایک کشتی ہے جس میں نیچے اوپر دو درجے ہیں اور نیچے کے درجہ والے مسافروں کو پانی اوپر کے درجہ سے

لانا پڑتا ہے جس سے اوپر والے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ ان پر ناراض ہوتے ہیں، تو اگر نیچے والے مسافر اپنی غلطی اور بیوقوفی سے نیچے ہی سے پانی حاصل کرنے کے لئے کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگیں، اور اوپر کے درجہ والے ان کو اس غلطی سے روکنے کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی سب کو لے کر ڈوب جائے گی اور اگر اوپر والے مسافروں نے سمجھا بجھا کر نیچے کے درجے والوں کو اس حرکت سے روک دیا، تو وہ ان کو بھی بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بالکل اسی طرح گناہوں اور برائیوں کا حال ہے اگر کسی جگہ کے لوگ جہالت کی باتوں اور گناہوں میں مبتلا ہوں، اور وہاں کے نیک اور سمجھدار قسم کے لوگ ان کی اصلاح و ہدایت کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اِن گناہگاروں اور مجرموں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہوگا اور پھر سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے اور اگر ان کو گناہوں اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کر لی گئی تو پھر سب ہی عذاب سے بچ جائیں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید کے ساتھ اور قسم کھا کر فرمایا:

"اُس اللہ کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اچھی باتوں اور نیکیوں کو لوگوں سے کہتے رہو، اور برائیوں سے

ان کو روکتے رہو، یاد رکھو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو بہت
ممکن ہے کہ اللہ تم پر کوئی سخت قسم کا عذاب مسلّط کر دے
اور پھر تم اس سے دعائیں کرو اور تمہاری دعائیں بھی اس
وقت نہ سنی جائیں۔"

بھائیو! اس زمانہ کے بعض خدا رسیدہ اور روشن دل بزرگوں کا خیال
ہے کہ مسلمانوں پر ایک عرصہ سے جو مصیبتیں اور ذلتیں آ رہی ہیں اور جن پریشانیوں
میں وہ مبتلا ہیں جو ہزاروں دعاؤں اور ختموں اور وظیفوں کے باوجود نہیں ٹل رہی
ہیں اس کا بڑا سبب یہی ہے، کہ ہم دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی
اصلاح و ہدایت کے کام کو چھوڑے ہوئے ہیں، جس کے لئے ہم پیدا کئے
گئے تھے اور ختم نبوت کے بعد جس کے ہم پورے پورے ذمہ دار بنائے گئے تھے
اور دنیا کا بھی ایسا ہی قانون ہے کہ جو سپاہی اپنی خاص ڈیوٹی ادا نہ کرے اس
کو معطل کر دیا جاتا ہے، اور بادشاہ جو سزا اس کے لئے مناسب سمجھتا ہے
دیتا ہے۔

آؤ! آئندہ کے لئے اس فرض اور ڈیوٹی کو انجام دینے کا ہم سب
عہد کریں اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہو، اس کا وعدہ ہے۔

"وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ"

"اللہ ان لوگوں کی ضرور مدد کریگا جو اس کے دین کی مدد کریں گے۔"

۱۲
بارھواں سبق

دین پر استقامت

ایمان لانے کے بعد بندہ پر اللہ کی طرف سے جو خاص ذمہ داریاں عاید ہو جاتی ہیں ان میں سے ایک بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بندہ پوری مضبوطی اور ہمت کے ساتھ دین پر قائم رہے، اور خواہ زمانہ اس کے لئے کیسا ہی ناموافق ہو جائے، وہ کسی حال میں دین کا سرا ہاتھ سے چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو اسی کا نام "استقامت" ہے قرآن شریف میں ایسے لوگوں کے لئے بڑے انعامات اور بڑے درجوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ

جن لوگوں نے اقرار کر لیا (اور دل سے قبول کر لیا) کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اسکے مسلم بندے ہیں) پھر وہ ٹھیک ٹھیک قائم رہے (یعنی اس اقرار کا حق ادا کرتے رہے اور کبھی اس سے نہ ہٹے)، ان پر اللہ کی طرف سے فرشتے یہ پیغام لے کر اتریں گے کہ کچھ اندیشہ نہ کرو اور کسی بات کا رنج و غم نہ کرو اور

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝

(حٰمٓ السجدہ ع ۴)

اس جنت کے ملنے سے خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے رفیق ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں اور

تمہارے لئے اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارا جی چاہے گا اور تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے۔ یہ باعزت مہمانی ہوگی۔ تمہارے رب غفور و رحیم کی طرف سے۔

سبحان اللہ! دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والوں اور بندگی کا حق ادا کرنے والوں کے لئے اس آیت میں کتنی بڑی بشارت ہے، سچ تو یہ ہے کہ اگر جان و مال سب کچھ قربان کر کے بھی کسی کو یہ درجہ حاصل ہو جائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے ایک حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کوئی ایسی کافی وافی نصیحت فرمایئے کہ آپ کے بعد پھر کسی سے کچھ پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"کہو بس اللہ میرا رب ہے، اور پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو" (اور اس کے مطابق بندگی کی زندگی گذارتے رہو)

قرآن شریف میں ہماری ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی ایسے وفادار بندوں کے بڑے سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں جو بڑے سخت ناموافق حالات میں بھی دین پر قائم رہے اور بڑے سے بڑا لالچ اور سخت سے سخت تکلیفوں کا ڈر بھی ان کو دین سے نہیں ہٹا سکا۔ ان میں ایک واقعہ تو

اُن جادوگروں کا ہے جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے بلایا تھا اور بڑے انعام واکرام کا اُن سے وعدہ کیا تھا۔ لیکن خاص مقابلے کے وقت جب موسیٰ علیہ السلام کے دین کی، اور ان کی دعوت کی سچائی ان پر کھل گئی تو نہ تو انہوں نے اسکی پرواہ کی کہ فرعون نے جس انعام واکرام کا اور جن بڑے بڑے عہدوں کا ہم سے وعدہ کیا ہے ان سے ہم محروم رہ جائیں گے اور نہ اس کی پرواہ کی کہ فرعون ہمیں کتنی سخت سزا دے گا۔ بہر حال انہوں نے ان سب خطروں سے بے پرواہ ہو کر بھرے مجمع میں پکار کے کہہ دیا کہ :۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى (یعنی ہارونؑ اور موسیٰؑ جس پروردگار کی بندگی کی دعوت دیتے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے) پھر جب خدا کے دشمن فرعون نے ان کو دھمکی دی، کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کے سولی پر لٹکوا دوں گا۔ تو انھوں نے پوری ایمانی جرائت سے جواب دیا :

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۰ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا ۰

(سورہ طٰہٰ ع ۳)

تجھے جو حکم دینا ہو دے ڈال، تو اپنا حکم بس اس چند روزہ دنیوی زندگی ہی میں چلا سکتا ہے، اور ہم تو اپنے سچے رب پر ایمان اسلئے لائے ہیں کہ وہ آخرت کی ابدی زندگی میں، ہمارے گناہ بخش دے

اور اس سے بھی زیادہ سبق آموز واقعہ خود فرعون کی بیوی کا ہے آپ کو معلوم ہے فرعون مصر کی بادشاہت کا گویا اکیلا مالک و مختار تھا اور اس کی بیوی ملک مصر کی ملکہ ہونے کے ساتھ خود فرعون کے دل کی بھی گویا مالک تھی، بس اس

سے اندازہ کیجئے کہ اس کو دنیا کی کتنی عزت اور کیسا عیش حاصل ہوگا، لیکن جب موسیٰ کے دین اور ان کی دعوت کی سچائی اللہ کی اس بندی پر کھل گئی تو اس نے بالکل اس کی پرواہ نہ کی کہ فرعون مجھ پر کیسے کیسے ظلم کرے گا، اور دنیا کے اس شاہانہ عیش کے بجائے مجھے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں گی۔ الغرض ان سب باتوں سے بالکل بے پرواہ ہو کر اس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا، اور پھر حق کے راستہ میں اللہ کی اس بندی نے ایسی ایسی تکلیفیں اٹھائیں جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ درجہ ملا کہ قرآن شریف میں بڑی عزت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا، اور رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لئے ان کے صبر اور ان کی قربانی کو نمونہ بتلایا گیا، ارشاد ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

(سورہ تحریم ع ۲)

اور ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے، فرعون کی بیوی (آسیہ) کی جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو میرے واسطے جنت میں اپنے قرب کے مقام میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون کے شر سے اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے اور اس ظالم قوم سے مجھے رہائی بخش دے۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ اور کیا شان ہے کہ ساری امت کے لئے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر قیامت تک کے سب مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بندی کی استقامت کو مثال اور نمونہ قرار دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ مکہ معظمہ میں جب مشرکوں نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور ان کے ظلم حد سے بڑھ گئے تو بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "حضورؐ! اب ان ظالموں کے ظلم حد سے بڑھ رہے ہیں لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں،، تو حضور نے جواب دیا کہ "تم ابھی سے گھبرا گئے، تم سے پہلے حق والوں کے ساتھ یہاں تک ہوا ہے کہ لوہے کی تیز کنگھیاں ان کے سروں میں پیوست کر کے نکال دی جاتی تھیں اور کسی کے سر پر آرہ چلا کے بیچ سے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے لیکن ایسے سخت وحشیانہ ظلم بھی ان کو اپنے سچے دین سے نہیں پھیر سکتے تھے اور وہ اپنا دین نہیں چھوڑتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم کمزوروں کو بھی اپنے اُن سچے بندوں کی ہمت اور استقامت کا کوئی ذرہ نصیب فرمائے اور اگر ایسا کوئی وقت مقدر ہو، تو اپنے ان وفادار بندوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تیرھواں سبق ۱۳

دین کی کوشش

اور نصرت و حمایت

ایمان والوں سے اللہ کا خاص مطالبہ اور بڑا تاکیدی حکم ایک یہ بھی ہے کہ جس سچے دین کو اور اللہ کی بندگی والے جس اچھے طریقے کو انہوں نے سچا اور اچھا سمجھ کر اختیار کیا ہے وہ اس کو زندہ اور سرسبز رکھنے کے لئے اور اس کو زیادہ سے زیادہ رواج دینے کے لئے جو کوشش کر سکتے ہوں ضرور کریں۔ دین کی خاص زبان میں اس کا نام جہاد ہے اور مختلف قسم کے حالات میں اس کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر کسی وقت حالات ایسے ہوں کہ خود اپنا اور اپنے گھر والوں کا اور اپنی قوم اور جماعت کا دین پر قائم رہنا مشکل ہو۔ اور اس کی وجہ سے خدانخواستہ مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہوں، تو ایسے حالات میں خود اپنے کو اور اپنے گھر والوں اور اپنی قوم والوں کو دین پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرنا اور مضبوطی سے دین پر جمے رہنا بہت بڑا جہاد ہے۔

اسی طرح اگر کسی وقت مسلمان کہلانے والی قوم جہالت اور غفلت کی

وجہ سے اپنے دین سے دور ہوتی جارہی ہو تو اس کی اصلاح اور دینی تربیت کی کوشش کرنا اور اس میں اپنے جان و مال کو کھپانا بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔

اسی طرح اللہ کے جو بندے اللہ کے سچے دین سے اور اس کے نازل کئے ہوئے احکام سے بے خبر ہیں، ان کو معقولیت اور سچی ہمدردی کے ساتھ دین کا پیغام پہونچانے اور اللہ کے احکام سے واقف کرنے میں دوڑ دھوپ کرنا بھی جہاد کی ایک صورت ہے۔

اور اگر کوئی ایسا وقت ہو کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والی جماعت کے ہاتھ میں اجتماعی قوت اور طاقت ہو اور اللہ کے دین کی حفاظت اور نصرت کے مقصد کا تقاضا یہی ہو کہ اس کے لئے اجتماعی طاقت استعمال کی جائے تو اس وقت اللہ کے مقرر کئے ہوئے قوانین کے مطابق دین کی حفاظت اور نصرت کے لئے طاقت کا استعمال کرنا جہاد ہے لیکن اس کے جہاد اور عبادت ہونے کی دو خاص شرطیں ہیں۔

ایک یہ کہ ان کا یہ اقدام کسی ذاتی یا قومی مفاد کی غرض سے یا ذاتی یا قومی تعصّب اور دشمنی کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ اصل مقصد صرف اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کے دین کی خدمت ہو۔

دوسرے یہ کہ اس کے قوانین کی پوری پابندی ہو۔ ان دو شرطوں کے بغیر اگر طاقت کا استعمال ہوگا تو دین کی نظر میں وہ جہاد نہیں، فساد ہوگا۔

اسی طرح ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے (چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا غیر مسلموں میں سے) حق بات کہنا بھی جہاد کی ایک خاص قسم ہے جس کو

حدیث شریف میں "افضل الجہاد" فرمایا گیا ہے

دین کی کوشش اور حمایت وحفاظت کی یہ سب صورتیں (جن کا ذکر ابھی ہوا) اپنے اپنے موقع پر یہ سب اسلام کے فرائض میں سے ہیں اور جہاد کا لفظ (جیسا کہ اوپر ہم نے بتلایا) درجہ بدرجہ ان سب کو شامل ہے اب اس کی تاکید اور فضیلت کے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں اور سن لیجئے!

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ ۞
(سورہ الحج ع ۱۰)

اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ اس کا حق ہے اس نے (اپنے دین کے لئے) تم کو منتخب کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞
(سورہ صف ع ۲)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی ایک تجارت اور ایسے سودے کا پتہ دے دوں جو دردناک عذاب سے تم کو نجات دلا دے وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تم ایمان کو استوار کرو، اور اسکی راہ میں (یعنی اس کے دین کے لئے) اپنے مال اور اپنے جی جان سے کوشش کرو، یہ نہایت اچھا سودا ہے تمہارے لئے اگر تمہیں سوجھ بوجھ ہو (اگر تم نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اس کی راہ میں جان و مال سے کوشش کی یہ شرط پوری کر دی تو) وہ تمہارے گناہ بخش

دیگا اور تم کو (عالم آخرت کے) ان باغوں میں داخل کردیگا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور غیر فانی جنت کے عمدہ مکانوں میں تم کو بسائے گا۔ یہ تمہاری بڑی کامیابی اور بامرادی ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا:

"اللہ پر سچا ایمان لانا اور دین کی کوشش کرنا سب اعمال میں افضل ہے"

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس بندے کے پاؤں میں راہِ خدا میں چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑا، یہ نہیں ہوسکتا کہ دوزخ کی آگ پھر اس کو چھو سکے"

ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کسی شخص کا خدا کی راہ میں (یعنی اللہ کے دین کی جدوجہد اور اس کی نصرت و حمایت میں) کھڑا ہونا، اور کچھ حصہ لینا اپنے گھر کے گوشہ میں رہ کر ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے، کہ ہم بھی دین کی کوشش اور نصرت و حمایت کا یہ اجر و ثواب حاصل کریں۔

چودھواں سبق

دینِ حق پر یعنی اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے اگر اللہ کے کسی بندہ یا بندی کو مار ڈالا جائے یا دین کی کوشش اور حمایت میں کسی خوش نصیب کی جان چلی جائے تو دین کی خاص زبان میں اس کو شہید کہتے ہیں اور اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآنِ مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو ہرگز مرا ہوا نہ سمجھو، بلکہ شہید ہو جانے کے بعد اللہ کی طرف سے ان کو خاص زندگی ملتی ہے اور ان پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝
(سورہ آل عمران ع ۱۷)

جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی اس کے دین کے راستہ میں) مارے جائیں اُن کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے پاس، ان کو طرح طرح کی نعمتیں دی جاتی ہیں

شہیدوں پر اللہ تعالےٰ کا کیسا کیسا پیار ہو گا ان کو کیسے کیسے انعامات ملیں گے اس کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنتیوں میں سے کوئی شخص بھی یہ نہ چاہے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس بھیجا جائے، اگرچہ ان سے کہا جائے کہ تم کو ساری دنیا دے دی جائے گی۔ لیکن شہید اس کی آرزو کریں گے کہ ایک دفعہ نہیں ان کو دس دفعہ پھر دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ وہ ہر دفعہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کے آئیں۔ انہیں یہ آرزو شہادت کے مراتب اور اس کے خاص انعامات کو دیکھ کر ہو گی"

شہادت کی تمنا اور اس کے شوق میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

"قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کر دیا جائے اور پھر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر مجھے زندہ کر دیا جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندگی بخشی جائے اور پھر میں قتل کیا جاؤں۔

ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شہید کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے چھ انعام ملتے ہیں ایک یہ کہ وہ فوراً ہی بخش دیا جاتا ہے، اور اس کو جنت میں ملنے والا

اس کا مکان ومقام دکھا دیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ قبر کے عذاب سے اس کو بچا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ حشر کے دن کی اُس سخت گھبراہٹ اور پریشانی سے اُس کو امن دی جائے گی جس سے وہاں سب بے حواس ہوں گے (الامن شاءاللہ) چوتھے یہ کہ قیامت میں اس کے سر پہ عزت ووقار کا ایک ایسا تاج رکھا جائے گا جس میں ایک یاقوت دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ پانچویں یہ کہ جنت کی حوروں میں سے ۷۲ اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔ چھٹے یہ کہ اس کے قرابت داروں میں سے ستر کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

ایک حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"شہید ہونے والے کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ البتہ اگر کسی آدمی کا قرض اس کے ذمہ ہوگا تو اس کا بوجھ باقی رہے گا"

اور یاد رہے کہ ثواب اور فضیلت اسی پر موقوف نہیں ہے کہ دین کے راستہ میں آدمی مار ہی ڈالا جائے بلکہ اگر دین کی وجہ سے کسی ایمان والے کو ستایا گیا، بے عزت کیا گیا، مارا پیٹا گیا یا اس کا مال لوٹا گیا یا کسی اور طرح کا اس کو نقصان پہنچایا گیا تو اس سب کا بھی اللہ کے یہاں بہت بڑا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اتنے بڑے مرتبے دے گا کہ بڑے بڑے عابد وزاہد ان پر رشک کریں گے جس طرح دنیا کی حکومتوں میں ان سپاہیوں

کی بڑی عزت ہوتی ہے اور انہیں بڑے بڑے انعامات اور خطابات دیئے جاتے ہیں جو اپنی حکومت کی وفاداری اور حمایت میں چوٹیں کھائیں مارے پیٹے جائیں، زخمی کئے جائیں اور پھر بھی اس حکومت کے وفادار رہیں اسی طرح اللہ کے یہاں اُن بندوں کی خاص عزت ہے جو اللہ کے دین پر چلنے اور دین پر قائم رہنے کے جرم میں، یا دین کی ترقی اور سر سبزی کے لئے.. کوشش کرنے کے سلسلہ میں مارے پیٹے جائیں یا بے عزت کئے جائیں، یا دوسری طرح کے نقصانات اُٹھائیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جب خاص انعامات بٹیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص اعزاز و اکرام سے انہیں نوازے گا تو دوسرے لوگ حسرت کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہمارے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہوتا، دین کے لئے ہم ذلیل کئے گئے ہوتے، مارے پیٹے گئے ہوتے۔ ہمارے جسموں کو زخمی کیا گیا ہوتا، تاکہ اس وقت یہی انعامات ہم کو بھی ملتے۔

اے اللہ! اگر ہمارے لیے کبھی ایسی آزمائش مقدر ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا، اور اپنی رحمت اور مدد سے محروم نہ فرمانا۔ (آمین)

پندرھواں سبق

مرنے کے بعد

برزخ قیامت آخرت

اتنی بات تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ جو اس دنیا میں پیدا ہوا اس کو کسی نہ کسی دن ضرور مرنا ہے۔ لیکن اپنے طور سے یہ بات کسی کو بھی معلوم نہیں اور نہ کوئی اس کو معلوم کر سکتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے اور کیا ہوگا۔ یہ بات صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اور اس کے بتلانے سے پیغمبروں کو معلوم ہوتی ہے اور ان کے بتلانے سے ہم جیسے عام آدمیوں کو بھی معلوم ہو جاتی ہے، اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنے اپنے وقت میں اپنی قوم اور اپنی اُمّت کو خوب اچھی طرح بتلایا اور جتلایا تھا کہ مرنے کے بعد کن کن منزلوں سے تم کو گزرنا ہوگا اور دنیا میں کئے ہوئے تمہارے اعمال کی جزا اور سزا ہر منزل میں تمہیں کس طرح ملے گی اور پیغمبر خدا سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں اور انکے بعد اب کوئی پیغمبر قیامت تک آنے والا نہیں ہے۔ اسلئے آپ نے مرنے کے بعد کی تمام منزلوں کا بیان بہت ہی

تفصیل اور تشریح سے فرمایا ہے اگر اُس سب کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا دفتر تیار تیار ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں جو کچھ اس سلسلہ میں بیان فرمایا گیا ہے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے:

مرنے کے بعد تین منزلیں آنے والی ہیں۔ پہلی منزل مرنے کے وقت سے لے کر قیامت آنے تک کی ہے۔ اس کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد آدمی کا جسم چاہے زمین میں دفن کر دیا جائے۔ چاہے دریا میں بہا دیا جائے، چاہے جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ لیکن اس کی روح کسی صورت میں بھی فنا نہیں ہوتی۔ صرف تنا ہوتا ہے کہ وہ ہماری اس دنیا سے منتقل ہو کر ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے، وہاں اللہ کے فرشتے اس کے دین و مذہب کے متعلق اس سے کچھ سوالات کرتے ہیں، وہ اگر سچا ایمان والا ہے تو صحیح صحیح جواب دے دیتا ہے جس پر فرشتے اسکو خوشخبری سنا دیتے ہیں کہ تو قیامت تک چین و آرام سے رہ! اور اگر وہ مومن نہیں ہوتا بلکہ کافر یا صرف نام کا مسلمان یا منافق ہوتا ہے تو اسی وقت کر سخت عذاب اور دُکھ میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔ یہی برزخ کی منزل ہے جس کا زمانہ مرنے کے وقت سے لیکر قیامت تک کا ہے اس کے بعد دوسری منزل قیامت اور حشر کی ہے۔ قیامت کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ کے حکم سے یہ ساری دنیا ایک دم فنا کر دی جائے گی (یعنی جسطرح سخت قسم کے زلزلوں سے علاقے کے علاقے ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سے اس وقت ساری دنیا درہم برہم ہو جائے گی اور سب چیزوں پر ایک دم فنا آجائے گی)، پھر عرصۂ دراز کے بعد اللہ تعالیٰ جب چاہے گا سب انسانوں کو پھر

سے زندہ کریگا۔ اس وقت ساری دنیا کے اگلے پچھلے سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ اور ان کی دنیوی زندگیوں کا پورا حساب ہوگا۔ اس جانچ اور حساب میں اللہ کے جو بندے نجات اور جنت کے مستحق نکلیں گے ان کے لئے جنت کا حکم دے دیا جائے گا اور جو ظالم اور مجرم اللہ کے عذاب اور دوزخ کے سزاوار ہوں گے ان کے لئے دوزخ کا حکم سنا دیا جائے گا۔ یہ منزل مرنے کے بعد کی دوسری منزل ہے جس کا نام قیامت اور حشر ہے۔

اس کے بعد جنتی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں چلے جائیں گے۔ جہاں صرف آرام وچین ہو گا اور ایسی لذتیں اور راحتیں ہوں گی جو اس دنیا میں کسی نے دیکھی سنی نہ ہوں گی اور دوزخی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں ان کو سخت قسم کے عذاب اور دکھ ہوں گے۔ اللہ ہم سب کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ دوزخ اور جنت ہی مرنے کے بعد کی تیسری اور آخری منزل ہے اور پھر لوگ ہمیشہ ہمیشہ اپنے اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ ہی میں رہیں گے۔

مرنے کے بعد کے متعلق اللہ کے پیغمبروں نے اور خاص طور سے آخری پیغمبر سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو کچھ بتلایا ہے اور قرآن وحدیث میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ اب چند آیتیں اور حدیثیں بھی سن لیجئے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝ (عنکبوت ع ٦)	ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب ہماری طرف لوٹو گے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (سورہ آل عمران ع ۱۹)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تمہارے اعمال کے بدلے قیامت کے دن پورے پورے دیئے جائیں گے۔

قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر قران شریف میں سینکڑوں جگہ کیا گیا ہے۔ چند آیتیں ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ؕ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ؕ (الحج ع ۱)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو، قیامت کا بھونچال بڑی (خوفناک) چیز ہے جس دن تم اسے دیکھو گے اس دن ہر دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے پیارے بچے کو بھول جائیگی اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائینگے اور تم دیکھو گے۔ سب لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں اور حقیقت میں وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے اسکی دہشت سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔

اور سورۂ مزمل میں قیامت ہی کے بیان میں فرمایا گیا ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ؕ

جب زمینوں اور پہاڑوں پر لرزہ ہوگا اور پہاڑ بہتی ہوئی ریت کی طرح ہو جائیں گے

اور اسی سورہ میں قیامت ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے:

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ؕ

وہ دن بچوں کو بوڑھا بنا دے گا۔

اور سورہ عَبَسَ میں ارشاد ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ط تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (سورۃ عبس)

جب آئیگی کانوں کے پردے پھاڑنے والی وہ آواز (یعنی جس وقت قیامت کا صور پھونکا جائے گا اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور بیوی اور اپنی اولاد سے، ان میں سے ہر ایک کیلئے اس دن فکر ہوگی جو اس کو دوسروں سے بے پرواہ بنا دیگی (یعنی ہر ایک اپنی فکر میں ایسا ڈوبا ہوگا کہ ماں باپ بیوی، اولاد اور بہن بھائی کی بالکل پروا نہ کرے گا۔ بلکہ ان سے بھاگے گا) بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے، خوشی سے کھلے ہوئے اور بہت سے منہ اس دن خاک میں اٹے ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہوگی

قیامت کے دن سب انسان خدا کے سامنے حاضر ہوں گے۔ کوئی بھی کہیں چھپ نہیں سکے گا۔ سورۃ الحاقہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ (سورۃ الحاقہ)

اس دن تم سب خدا کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔

اور سورہ کہف میں ارشاد ہے۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا ط لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ

اس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے (یعنی پہاڑ اپنی جگہ قائم نہ رہ سکیں گے بلکہ وہ گر جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے)، اور تم دیکھو گے زمین کو کھلی ہوئی (یعنی نہ اس میں شہر رہیں گے

مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ
مَّوْعِدًاؕ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى
الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ
وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا
الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً
وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا
وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًاؕ
وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (الکہف ع)

نہ بستیاں، نہ باغات بلکہ ساری زمین ایک کھلا
میدان ہو جائے گی۔ اور پھر ہم سب انسانوں
کو دوبارہ زندہ کریں گے اور ان میں سے ایک کو
بھی نہ چھوڑیں گے اور وہ سب قطار در قطار
اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور
ان سے کہا جائے گا دیکھو! تم دوبارہ زندہ ہو
کر ہمارے پاس آگئے جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ تم
کو پیدا کیا تھا۔ بلکہ تم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم تمہارے
لئے کوئی وقت موعود نہیں لائیں گے اور ان کا اعمال نامہ (جس میں
ان کے تمام اچھے بُرے اعمال کی تفصیل ہوگی)، سامنے رکھ دیا جائے گا
اور تم دیکھو گے مجرموں کو ڈرتا ہوا۔ اس اعمالنامہ سے کہتے ہوں
گے ہائے ہماری کم بختی! اس اعمالنامہ کی عجیب حالت ہے نہ اس
نے ہمارا کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہے نہ بڑا عمل۔ سب ہی کو یہ بتلاتا ہے اور جو کچھ
انہوں نے دنیا میں کیا تھا اس سب کو موجود پائیں گے اور ظلم نہیں کرے گا
تمہارا پروردگار کسی پر۔

قیامت میں انسان کے ہاتھ پاؤں اور اس تمام اعضاء بھی اس کے
اعمال کی گواہی دیں گے۔ سورۂ یٰس میں ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ
اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں
گے اور ان کے ہاتھ پاؤں بولیں گے اور گواہی

دیں گے اس کی جو وہ کیا کرتے تھے (یٰس ع ۴) یَکْسِبُوْنَ ○

الغرض قیامت میں جو کچھ ہوگا قرآن شریف نے بڑی تفصیل سے ان سب کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی پہلے زلزلوں اور دھماکوں کا ہونا، پھر سب دنیا کا فنا ہو جانا حتیٰ کہ پہاڑوں کا بھی ریزہ ریزہ ہو جانا پھر سب انسانوں کا زندہ ہو جانا پھر حساب کے لئے میدان حشر میں حاضر ہونا اور وہاں ہر ایک کے سامنے اس کے اعمال نامہ کا آنا اور خود انسان کے اعضاء کا اس کے خلاف گواہی دینا اور پھر ثواب یا عذاب یا معافی کا فیصلہ ہونا اور اس کے بعد لوگوں کا جنت یا دوزخ میں جانا۔ یہ سب چیزیں قرآن شریف کی بعض سورتوں میں تو ایسی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں کہ ان کے پڑھنے سے قیامت کا سماں آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص چاہے کہ قیامت کا منظر اس طرح دیکھے کہ گویا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ تو قرآن شریف کی سورتیں۔ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ۔ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا لسَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھے"

اب ہم برزخ اور قیامت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی جب مرجاتا ہے تو اس کو جو مقام قیامت کے بعد جنت یا دوزخ میں (اپنے اعمال کے لحاظ سے) ملنے والا ہوتا ہے وہ ہر صبح شام اس پر پیش کیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے

کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا جہاں تجھے پہونچنا ہے ،،

ایک اور حدیث میں ہے کہ

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ وعظ میں قبر (یعنی عالمِ برزخ) کی آزمائش اور وہاں کے احوال کا ذکر فرمایا تو تمام مسلمان جو حاضر تھے چیخ اُٹھے ،،

بہت سی حدیثوں میں قبر کے احوال اور سوال و جواب اور وہاں کے عذاب کا تفصیل سے بھی ذکر آیا ہے ۔ یہاں ہم اختصار کی وجہ سے صرف انہی دو مختصر حدیثوں کے ذکر پر بس کرتے ہیں ۔ اب چند حدیثیں قیامت کے متعلق اور سن لیجئے

ایک حدیث میں ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :

"جب اللہ کے حکم سے قیامت کا پہلا صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ بے ہوش اور بے جان ہو کر گر جائیں گے ۔ پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے پھر حکم ہو گا کہ تم سب اپنے رب کے سامنے حاضری کے لیے چلو ، اور پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ ان کو ٹھہرا کر کھڑا کرو ۔ یہاں ان سے ان کی زندگی کے متعلق پوچھ ہو گی "

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

" ایک صحابی رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا :-

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ کیسے

زندہ کرے گا۔ اور کیا اس دنیا میں اس کی کوئی نشانی اور مثال ہے"
آپؐ نے فرمایا: کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تم اپنی قوم کی کسی زمین پر ایسی حالت میں گذرے ہو کہ وہ سوکھی، سبزے سے خالی ہو اور پھر دوبارہ ایسی حالت میں اس پر تمہارا گزر ہوا ہو۔ کہ وہ ہری بھری لہلہا رہی ہو؟ (صحابی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا ہاں ایسا ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: دوبارہ زندہ کرنے کی یہی نشانی اور مثال ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کردے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا — قیامت کے دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی

پھر آپؐ نے فرمایا۔ تم سمجھے اس کا کیا مطلب ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ کے ہر بندہ پر اور ہر بندی پر گواہی دے گی گی۔ اُن اعمال کی جو انہوں نے زمین پر کئے ہوں گے یعنی اللہ کے حکم سے زمین اس دن بولے گی اور بتلائے گی کہ فلاں بندہ نے یا فلاں بندی نے فلاں دن میرے اوپر یہ عمل کیا تھا"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

آپ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن سے فرمائے گا آج تو خود ہی اپنے اوپر گواہ ہے اور میرے لکھنے والے فرشتے بھی موجود ہیں اور بس یہی گواہیاں کافی ہیں پھر ایسا ہوگا کہ اللہ کے حکم سے بندہ کے منہ پر مہر لگ جائے گی وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے گا۔ اور اس کے دوسرے اعضاً ہاتھ پاؤں وغیرہ کو حکم ہوگا کہ تم بولو پھر وہ اس کے اعمال کی ساری سرگزشت سنائیں گے "

ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا؛ یارسول اللہ! میرے پاس کچھ غلام ہیں جو کبھی کبھی شرارتیں کرتے ہیں۔ کبھی مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، کبھی خیانت کرتے ہیں ہیں اور میں ان قصوروں پر کبھی ان پر خفا ہوتا ہوں۔ بُرا بھلا کہتا ہوں اور کبھی مار بھی دیتا ہوں تو قیامت میں اس کا کیا انجام ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ قیامت میں ٹھیک ٹھیک انصاف فرمائے گا۔ اگر تمہاری سزا ان کے قصوروں کے بقدر اور بالکل مناسب ہوگی تو نہ تمہیں کچھ ملے گا اور نہ کچھ دینا پڑے گا اور اگر تمہاری سزائیں ان کے قصوروں سے کم ہوں گی تو تمہارا فاضل حق تم کو دلوایا جائے گا اور اگر تمہاری سزا اُن کے قصوروں سے زیادہ ہوگی تو تم سے اس کا بدلہ تمہارے اُن غلاموں کو دلایا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ سن کر وہ پوچھنے والا

شخص رونے اور چیخنے لگا۔ اور اس نے عرض کیا کہ ؛ یارسول اللہ!
پھر تو میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میں ان کو الگ کردوں
میں آپؐ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو آزاد کردیا۔"
اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ :
" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قرآن شریف کی
یہ آیت بھی سنائی۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ
نَفْسٌ شَيْئًا وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ ۝

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :
ہم قیامت کے دن انصاف کی میزان لگائیں گے اور کسی کے
ساتھ وہاں کوئی ناانصافی نہ ہوگی۔ اور اگر کسی کا کوئی عمل یا حق رائی
کے دانہ کے برابر بھی ہوگا۔ تو ہم اس کو حاضر کریں گے اور ہم
حساب لینے والے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ مرنے کے
بعد اور قیامت کے متعلق قرآنِ پاک نے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں ہم کو بتلائیں
اُن سے غافل نہ ہوں۔

سولھواں سبق

جنّت اور دوزخ

پچھلے سبق میں تبلایا جا چکا ہے کہ قیامت کا دن فیصلے کا دن ہو گا پھر جو مومن ہوں گے اور دنیا میں جن کے اعمال بھی بہت اچھے رہے ہوں گے اور کسی سزا اور عذاب کے مستحق نہ ہوں گے وہ تو قیامت کے عرصہ میں بھی عرش الٰہی کے سایہ میں اور بہت آرام سے رہیں گے اور بہت جلدی جنت میں بھیج دیتے جائیں گے اور جو ایسے ہوں گے کہ کچھ سزا پا کر بخشے جائیں گے۔ وہ قیامت اور حشر کے دن کی کچھ تکلیفیں اُٹھا کر زیادہ سے زیادہ کچھ مدت تک دوزخ میں اپنے گناہوں کی سزا پا کر بخشدیئے جائیں گے۔ بہرحال جن میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا وہ آخرکار کبھی نہ کبھی جنت میں پہنچ ہی جائیں گے اور دوزخ میں ہمیشہ کیلئے صرف وہی رہ جائیں گے جو دنیا سے کفر و شرک کی حالت میں گئے ہوں گے الغرض جنت، ایمان اور نیک عملی اور اللہ سے وفاداری کا بدلہ ہے اور دوزخ کفر و شرک اور اللہ سے غداری اور اس کی نافرمانی کی سزا ہے۔

جنت کی نعمتوں، راحتوں اور دوزخ کے دکھوں، عذابوں کا بیان قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ چند آیتیں اور حدیثیں ہم یہاں بھی ذکر کرتے

ہیں۔ سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے۔

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ

(سورہ آل عمران ع)

پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے ہاں وہ جنتیں (یعنی ایسے باغات ہیں) جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان ہی میں رہیں گے اور پاک ستھری بیبیاں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ اپنے سب بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے (کسی کا حال اس سے چھپا نہیں ہے

اور سورۂ یٰسین میں ارشاد ہے

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۔ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ۚ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۚ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۚ

(سورہ یٰس ع)

اہلِ جنت اس دن اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے وہ اور ان کی بیویاں سایہ میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اُن کے لئے وہاں طرح طرح کے میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے اِن کو ملے گا۔ رحمت و کرم والے پروردگار کی طرف سے ان کو سلام فرمایا جائے گا۔

اور سورہ زخرف میں ارشاد ہے۔

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ

(سورہ زخرف)

اور جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو لوگوں کے جی چاہتے ہیں اور آنکھیں جس سے مزہ لیتی ہیں اور (اے میرے نیک بندو!) تم ہمیشہ اسی جنت میں رہو گے

اور سورہ محمد میں جنت کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ

وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے

فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ (سورہ محمد ع ۲)

اس کا حال یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ہیں پانی کی جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں دودھ کی جس کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں حلال اور پاک شراب کی جس میں بڑی لذت ہے پینے والوں کے لئے اور بہت سی نہریں ہیں صاف کئے ہوئے شہد کی اور ان کے واسطے اس جنت میں سب طرح کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے پروردگار کی۔

اور سورہ حجر میں جنت کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ (سورۂ حجر)

اہل جنت کو کسی قسم کی کوئی تکلیف وہاں نہیں چھو سکے گی۔

یعنی جنت میں صرف آرام ہی آرام اور عیش ہی عیش ہوگا۔ کسی قسم کی کوئی تکلیف اور رنج کی کوئی بات وہاں نہ ہوگی۔

یہ تو جنت اور جنتیوں کا مختصر حال ہوا۔ اب دوزخ اور دوزخیوں کا کچھ حال قرآن مجید ہی کی زبان سے سن لیجیے۔ سورۂ مومنون میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝

اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا۔ سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے (کفر و شرک یا بدعملی اختیار کرکے) خود اپنا گھاٹا کیا تو یہ جہنم میں رہیں گے ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی، اور ان کے منہ

(سورہ المومنون ع ۶)

اس میں بگڑے ہوئے ہوں گے۔

اور سورہ کہف میں فرمایا گیا ہے

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ

(سورہ کہف ع ۴)

ہم نے ظالموں[1] کے لئے دوزخ تیار کی ہے اس کی قناتیں انہیں گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ پیاس کی فریاد کریں گے تو اس کے جواب میں ان کو پانی دیا جائے گا تیل کی گاد جیسا اور اتنا جلتا اور کھولتا ہوا کہ بھون ڈالے منہ کو۔

اور سورۂ الحج میں ارشاد ہے۔

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝

(سورۃ الحج ع ۲)

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کترے جائیں گے اور ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا۔ اس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں بھی سب گل جائیں گی اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے وہاں کی تکلیف اور سختی کی وجہ سے وہ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہیں جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔

---

[1] قرآن کی زبان میں سب سے بڑا ظلم کفر اور شرک ہے اور اصلی ظالم کفر اور شرک کرنے والے ہیں۔

اور سورۂ دخان میں ارشاد ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ۔ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ۔ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۔ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ۔
(الدخان ع ۳)

بیشک زقوم کا درخت بڑے پاپیوں (کافروں مشرکوں) کا کھانا ہوگا۔ جو اپنی بدصورتی اور گھنونے پن میں تیل کی تلچھٹ کی طرح کا ہوگا اور وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر نہایت تکلیف دینے والا اجلتا ہوا پانی چھوڑ دو۔

اور سورہ ابراہیم میں دوزخی آدمی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ :

وَیُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ۙ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ؕ
(سورہ ابراھیم ع ۳)

اس کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو ہوگا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کرکے پئے گا اور گلے سے اس کو وہ آسانی سے اتار نہ سکے گا اور ہر طرف سے اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ مرے گا بھی نہیں اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا

اور سورۂ نساء میں ارشاد ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ (سورہ نساء)

جو لوگ ہماری آیتوں اور ہمارے حکموں کے منکر ہیں ہم ان کو ضرور دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے جب ان کی کھالیں جل بھن جائیں گی اور پک جائیں گی تو ہم ان کی جگہ اور کھالیں بدل دینگے

تاکہ وہ عذاب کا مزہ پوری طرح چکھیں

قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں میں دوزخ کے دردناک عذاب کی اس سے بہت زیادہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں، یہاں ہم انہی چند آیتوں پر بس کرتے ہیں اب جنت اور دوزخ کے متعلق چند حدیثیں بھی سُن لیجئے - ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (جنت میں، وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گذرا ہے"

بیشک جنتیوں کو جو نفیس ولذیذ کھانے ملیں گے، جو پھل عطا فرمائے جائیں گے اسی طرح پینے کی جو نہایت لطیف اور خوشگوار چیزیں ملیں گی اور پہننے کے لئے جو اعلیٰ درجہ کے خوشنما لباس دیئے جائیں گے، اور جو عالیشان، خوبصورت مکانات اور خوش منظر باغیچے عطا ہوں گے اور جنت کی جو حسین وجمیل حوریں دی جائینگی اور ان کے سوا بھی لذت اور راحت و لطف ومسرت کے جو اور سامان عطا فرمائے جائیں گے۔ جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا گیا، واقعہ یہی ہے کہ بس اللہ ہی ان کو جانتا ہے، البتہ ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو، کوئی بیماری تمہارے پاس نہیں آئے گی، اب تم ہمیشہ زندہ رہو۔

تمہارے لیے اب موت نہیں، تم ہمیشہ جوان رہو، اب تم بوڑھے ہونے والے نہیں، اب تم ہمیشہ عیش و راحت میں رہو، کوئی رنج و غم اب تمہارے پاس آنے والا نہیں۔"

سب سے بڑی نعمت جو جنت میں پہونچنے کے بعد جنتیوں کو ملے گی وہ اللہ تعالےٰ کا دیدار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ:

"جب جنتی لوگ جنت میں پہونچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائیں گے، کیا تم چاہتے ہو کہ جو نعمتیں تم کو دی گئیں اُن سے زاید کوئی اور چیز میں تمہیں عطا کردوں؟ وہ عرض کریں گے خداوندا آپ نے ہمارے چہرے روشن کیے، ہم کو دوزخ سے نجات دی، اور جنت عطا فرمائی (جس میں سب کچھ ہے، اب ہم اور کیا مانگیں)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ: پھر پردہ اُٹھا دیا جائے گا، اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو بے پردہ دیکھیں گے۔ اور پھر جنت اور اس کی ساری نعمتیں جو اب تک ان کو مل چکی تھیں ان سب سے زیادہ پیاری نعمت اُن کے لئے یہ دیدار الٰہی کی نعمت ہوگی اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ سب نعمتیں اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے عیش و راحت اور دوزخ کے دُکھ اور عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا

میں سب سے زیادہ عیش و آرام اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہا ہوگا لیکن اپنی بدبختی کی وجہ سے وہ دوزخ کا مستحق ہوگا، تو اس کو دوزخ کی آگ میں ایک ڈوب دے کر فوراً نکال لیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کبھی تو عیش و آرام میں بھی رہا تھا؟۔ وہ کہے گا، اے پروردگار! تیری قسم، میں نے کبھی کوئی آرام نہیں دیکھا۔ اور ایک دوسرے آدمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دُکھ اور تکلیفوں میں رہا ہوگا مگر وہ جنّت کا مستحق ہوگا پھر اسی طرح اس کو جنت کی ذرا ہوا کھلا کر فوراً نکال لیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ تو کبھی کسی دُکھ اور تکلیف کی حالت میں رہا تھا؟ وہ عرض کرے گا: نہیں! میرے پروردگار، تیری قسم، مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور میں نے کبھی کوئی دکھ نہیں دیکھا۔"

درحقیقت جنت میں اللہ تعالےٰ نے ایسے ہی عیش و آرام کا انتظام فرمایا ہے، کہ دنیا میں ساری عمر سخت دکھوں اور تکلیفوں میں رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ کے لئے جنت میں پہنچنے کے بعد اپنی عمر بھر کی تکلیفوں کو بالکل بھول جائے گا۔ اور دوزخ ایسا ہی عذاب کا گھر ہے کہ دنیا میں ساری عمر عیش و آرام سے رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ دوزخ میں رہ کر بلکہ صرف اس کی گرم اور بدبودار لپٹ پاکر یہی محسوس کرے گا کہ اس نے کبھی عیش و آرام کا منہ نہیں دیکھا۔

دوزخ کے عذاب کی سختی کا اندازہ بس ایک حدیث سے کیا جا سکتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ :

"دوزخ میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہو گا وہ یہ ہو گا کہ اس کے پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہوں گی، جن کے اثر سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جس طرح چولھے پر رکھی ہانڈی پکا کرتی ہے"

دوزخیوں کو کھانے پینے کے لئے جو کچھ دیا جائے گا اس کا کچھ ذکر ابھی قرآن شریف کی آیتوں میں گذر چکا ہے۔ اس سلسلہ میں دو حدیثیں بھی سُن لیجئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جہنمیوں کو جو بدبودار پیپ (غساق) پینی پڑے گی، اگر اس کا ایک ڈول بھر کے دنیا میں بہا دیا جائے، تو ساری دنیا اُس کی بدبو سے بھر جائے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زقوم کا ذکر کرتے ہوئے جو دوزخیوں کو کھانا ہو گا، ارشاد فرمایا :

"اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے، تو ساری دنیا میں جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں سب خراب ہو جائیں، پھر سوچو کہ اس پر کیا گذرے گی جس کو یہی زقوم کھانا پڑے گا۔"

اے اللہ! تو ہم کو اور سب ایمان والوں کو دوزخ کے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ۔ آمین

بھائیو! برزخ اور قیامت اور دوزخ اور جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پاک نے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہم کو بتلایا ہے (جس میں سے کچھ یہاں ان دو سبقوں میں ہم نے ذکر کیا ہے) اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے قسم اللہ پاک کی یہ سب باتیں بالکل اسی طرح ہیں اور مرنے کے بعد ہم ان سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

قرآن و حدیث میں قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر اتنی تفصیل سے، اور سینکڑوں بار اسی لیے کیا گیا ہے کہ ہم دوزخ کے عذاب سے بچنے کی، اور جنت حاصل کرنے کی کوشش سے غافل نہ ہوں

بھائیو! یہ دنیا چند روزہ ہے ایک نہ ایک دن ہم سب کو یقیناً مرنا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے، اور ہم سب کو اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیے اللہ کے سامنے یقیناً کھڑا ہونا ہے اور پھر اس کے بعد ہمارا مستقبل اور دائمی ٹھکانا یا جنت میں ہوگا یا دوزخ میں۔

ابھی وقت ہے کہ پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے اور آئندہ کے لئے اپنی زندگی کو درست کر کے دوزخ سے بچنے کی اور جنت حاصل کرنے کی فکر اور کوشش کر لیں

اگر خدانخواستہ زندگی یوں ہی غفلت میں گذر گئی، تو مرنے کے بعد حسرت اور دوزخ کے عذاب کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ ط

وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ ط

الہی ہم تجھ سے بہشت چاہتے ہیں، اور وہ قول اور عمل جو اس (بہشت) سے نزدیک کر دے اور دوزخ سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور اس قول اور عمل سے جو اس (دوزخ) سے نزدیک کر دے۔

سترھواں (۱۷) سبق

ذِکرُ اللہ

چونکہ اسلام کی تعلیم اور اس کا مطالبہ یہ ہے (بلکہ کہنا چاہیئے کہ اسلام درحقیقت نام ہی اس کا ہے)، کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکامِ الٰہی کے ماتحت گذاریں، اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جب ہی ہو سکتی ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے اور اس کے دل میں اللہ کی عظمت و محبت پوری طرح بیٹھ جاتے اس لئے اسلام کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کریں، اور اس کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء سے اپنی زبانیں تر رکھیں دل میں اللہ کی محبّت و عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی جس کسی کی عظمت و کمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے اور جس کے حسن و جمال کے گیت دن رات گاتا رہے گا اس کے دل میں اس کی محبّت و عظمت ضرور پیدا ہو جائے گی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق و محبت کے چراغ کو

روشن بھی کرتی ہے، اور اس کے شعلے کو بھڑکاتی بھی ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کامل اطاعت و بندگی کی وہ زندگی جس کا نام اسلام ہے، وہ صرف محبّت ہی سے پیدا ہو سکتی ہے صرف محبّت ہی وہ چیز ہے جو محبّ صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرمانبردار بنا دیتی ہے ع

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن

اس لئے قرآن پاک میں اللہ کے ذکر کی کثرت کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں: مثلاً سورۂ احزاب میں ارشاد ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (احزاب ع ۶)

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو، بہت ذکر اور اس کی پاکی بیان کرو، صبح و شام

اور سورۂ جمعہ میں ارشاد ہوا ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (جمعہ ع ۲)

اور ذکر کرو اللہ کا بہت تاکہ تم فلاح پاؤ

خاص کر دو چیزیں ایسی ہیں جن میں مشغول اور منہمک ہو کر یا ان کے نشہ میں مست ہو کر آدمی اللہ کو بھول جاتا ہے:

ایک مال و دولت اور دوسرے بیوی بچّے۔

اس لئے ان دونوں چیزوں کا نام لے کر صراحۃً مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔

سورہ منافقون میں ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۝

اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں گے وہی ٹوٹے اور گھاٹے میں رہنے والے ہوں گے۔

اسلام میں پانچ وقت نماز فرض ہے اور بلاشبہ اللہ کا ذکر ہے، بلکہ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے، لیکن کسی ایمان والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ صرف نماز کے ذکر کو کافی سمجھے اور نماز کے باہر اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے بالکل بے فکر و غافل رہے[1]، بلکہ اسلام کا صاف حکم یہ ہے کہ نماز کے علاوہ بھی تم جس حال میں ہو اللہ سے غافل نہ رہو۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۝

اور جب تم پڑھ چکو نماز، تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔

حتیٰ کہ جو لوگ راہِ خدا میں جہاد کے لئے نکلے ہوئے ہوں انھیں بھی تاکید کے ساتھ حکم ہے کہ وہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں، بلکہ کثرت سے اس کا ذکر کریں

سورۂ انفال میں ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ ہو کسی فوج سے تو مضبوطی سے جم جاؤ، اور اللہ

---

[1] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس طرح اپنے مقرر وقت پر نماز فرض ہے اُسی طرح ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنا بھی فرض ہے، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مومن کو اللہ سے غافل نہ رہنا چاہیئے ۱۲

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم کامیاب و بامراد ہو جاؤ

اس آیت سے بھی معلوم ہوا۔ اور اوپر سورۂ جمعہ کی جو آیت نقل ہو چکی ہے (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اس سے بھی معلوم ہوا تھا کہ ایمان والوں کی فلاح و کامیابی میں ذکر اللہ کی کثرت کو خاص دخل ہے اور سورۂ منافقون کی جو آیت اوپر نقل ہوئی اس سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کے ذکر سے غافل رہنے والے نامراد اور خسارے میں رہنے والے ہیں اور سورۂ رعد کی ایک آیت میں اللہ کے ذکر کی ایک خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے چین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ "یاد رکھو، اللہ کے ذکر ہی سے چین پاتے ہیں دل" (یعنی ایمان والی روحیں)

قرآن مجید کی ان آیتوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی سن لیجیے۔ ایک حدیث میں ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن کون لوگ اللہ کے بندوں میں سے زیادہ اونچے درجوں پر ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر کرنے والے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کو یاد کرنے والے کی مثال، اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے (یعنی یاد کرنے والا زندہ ہے اور نہ یاد کرنے والا مُردہ، بلکہ مُردار ہے)"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، کہ

"ہر چیز کے لیے کوئی صیقل ہوتا ہے، اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذِکر ہے اور اللہ کے عذاب سے نجات دلانے میں کوئی چیز بھی اللہ کے ذکر سے زیادہ مؤثر نہیں۔"

ذِکر کی حقیقت

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ ذکر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ سے غافل نہ ہو، وہ جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اس کو اللہ کا اور اس کے احکام کا خیال ہو، اس کے لئے اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں وہ زبان سے بھی ذکر کرے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اللہ کے جن بندوں کا یہ حال ہوتا ہے اُن کی زبانیں بھی ذکر اللہ سے تر رہتی ہیں، اور یہ حال ذکر ہر وقت اللہ کا اور اُس کے حکموں کا خیال رہے اور غفلت نہ ہونے پائے، عموماً انھیں بندگان خدا کا ہوتا ہے جو زبانی ذکر کی کثرت

کے ذریعہ دل و دماغ میں یاد اور دھیان کی مستقل کیفیت پیدا کر لیتے ہیں اور اللہ سے اپنے قلبی تعلق کو بڑھا لیتے ہیں، اس لئے ذکرِ لسانی (یعنی زبانی ذکر) کی کثرت بہر حال ضروری ہے، اس زمانہ کے بعض پڑھے لکھے لوگوں کو یہ سخت غلط فہمی ہے، کہ وہ زبان سے اللہ کے ذکر کی کثرت کو ایک بے فائدہ عمل سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں صراحۃً اس کا حکم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں:

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ:

"ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا:-

یارسول اللہ! اسلام کے احکام بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں؟-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللہِ

تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہا کرے

ایک حدیث قدسی میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے، اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے، تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے خاص خاص اذکار

جو آیتیں اور حدیثیں اب تک مذکور ہوئیں ان سے اللہ کے ذکر کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہو چکی اور اوپر یہ بھی بتلایا جا چکا ہے کہ اللہ کے ذکر کی کثرت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے، اب ہم کو اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے اور پسند فرمائے ہوئے ذکر کے خاص خاص کلمے معلوم کر لینا چاہئیں۔

افضل الذکر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب ذکروں میں افضل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ذکر ہے"

ایک دوسری حدیث میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی بندہ دل کے پورے اخلاص سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

کہتا ہے، تو اس کلمہ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ سیدھا عرش تک پہونچتا ہے، بشرطیکہ وہ بندہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، کہ

"ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، مجھے کوئی چیز تبلائی جائے جس کے ذریعہ میں آپ کا ذکر کیا کروں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذریعہ میرا ذکر کیا کرو۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا، کہ یہ ذکر تو سب ہی کرتے ہیں، میں کوئی خاص کلمہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ! اگر ساتوں آسمان اور سب آسمانی مخلوق اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا ہی جھک جائے گا"

درحقیقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شان ایسی ہی ہے مگر لوگ اس کو صرف ایک ہلکا سا لفظ سمجھتے ہیں، اس عاجز نے اللہ کے ایک مخلص اور صادق بندہ سے سُنا، ایک خاص حالت میں اس ناچیز ہی سے مخاطب ہو کر فرمایا، کہ:

"اگر کوئی شخص جس کے قبضہ میں دنیا کے خزانے ہوں، مجھ سے یہ کہے کہ یہ سارے خزانے تم لے لو، اور اپنا کہا ہوا

ایک دفعہ کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کے بدلے میں دے دو الحمدللہ یہ فقیر اس پر راضی نہ ہوگا۔"

کوئی ناواقف اس کو مبالغہ آمیز دعوے سمجھے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی اللہ کے نزدیک جو عظمت اور جو قدر و قیمت ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو اس کا سچا یقین نصیب فرما دیں تو اس کا حال یہی ہوگا کہ وہ ساری دنیا کے خزانوں کے بدلہ میں ایک دفعہ کا بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دینے پر راضی نہ ہوگا۔

کلمۂ تمجید یا تیسرا کلمہ

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

" سب باتوں میں افضل بات اور سب کلموں میں افضل کلمے یہ چار ہیں۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔"

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ :

" یہ کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے اس پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے جس

پر سورج نکلتا ہے۔"

درحقیقت یہ کلمہ بہت ہی جامع ہے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت کے سب پہلو اس میں آجاتے ہیں، بعض حدیثوں میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بعد لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی آیا ہے۔ ہمارے ایک مخدوم بزرگ اس کلمہ کی مختصر تشریح یوں فرمایا کرتے تھے کہ:

"سُبْحَانَ اللّٰہِ" پاک ہے اللہ ہر عیب اور ہر نقص سے اور ان تمام چیزوں سے جو اس کی شان کے مناسب نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ساری خوبیاں اور کمال کی سب صفتیں اس میں موجود ہیں، لہٰذا سب تعریفیں اُسی کے لئے ہیں (الحمدللہ) اور جب اس کی شان یہ ہے کہ ہر نامناسب بات سے وہ پاک ہے اور خوبیاں اور کمالات سب اس میں موجود ہیں، تو پھر وہی ہمارا معبود و مطلوب ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم اس کے اور بس اُسی کے عاجز اور ناچیز بندے ہیں اور وہ بہت ہی بڑا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہم کسی طرح اس کی بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے اور اس کی عالی بارگاہ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی، مگر یہ کہ وہی ہماری مدد فرمائے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

تسبیحاتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا

مشہور حدیث ہے کہ :

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا کُل کام کاج خود کرتی تھیں حتّٰی کہ خود ہی پانی بھر کر لاتی تھیں ، اور خود ہی چکی پیستی تھیں ' ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کاموں کے لئے انھیں کوئی خادم دے دیا جائے ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ، کہ میں تمہیں خادم سے اچھی چیز بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ، ۳۳ دفعہ الحمدُ لِلّٰہ ، اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو ، یہ تمہارے لئے خادم سے بدرجہا بہتر ہے ۔

ایک دوسری حدیث میں ان کلمات کی فضیلت اور خاصیت یہ بیان کی گئی ہے ، کہ :

" جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ، ۳۳ دفعہ الحمدللہ ، ۳۳ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرے ، اور آخر میں ایک دفعہ یہ کلمہ پڑھ لیا کرے ۔

(لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)

تو اس کی سب خطائیں معاف ہو جائیں گی، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص صبح شام سَو سَو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھ لیا کرے، تو قیامت میں کوئی شخص اس سے زیادہ ثواب کا سامان لے کر نہیں آئے گا۔ سوائے اس کے جس نے یہی عمل کیا ہو، یا اس سے بھی زیادہ کیا ہو۔"

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دو کلمے ہیں، زبان پر بڑے ہلکے، میزانِ عمل میں بہت بھاری اور اللہ کو بہت پیارے:۔

۱ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

(۲) سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ "

اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکرِ اللہ کے اور بھی بہت سے کلمے مروی ہیں لیکن ہم نے جو چند کلمے اوپر نقل کئے ہیں، اگر اللہ کا کوئی بندہ اُن

ہی کو یا اُن میں سے بعض ہی کو اپنا وِرد بنا لے تو کافی ہے۔

ذکر کے سلسلہ میں ایک بات اور بھی خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے۔ اور وہ یہ کہ جہاں تک آخرت کے اجر و ثواب کا تعلق ہے۔ اُس کے لئے کوئی خاص قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے، اللہ کے جو بندے ذکر کا جو کلمہ بھی اخلاص سے اور ثواب کی نیت سے جس وقت اور جس مقدار میں پڑھیں گے انشاء اللہ وہ اس کے پورے اجر اور ثواب کے مستحق ہوں گے لیکن حضراتِ مشائخ دل میں کسی خاص کیفیت کے پیدا کرنے کے لئے مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کے لئے یا دل میں حضوری اور بیداری کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے یا کسی خاص روحانی اور قلبی مرض کے علاج کے لئے خاص خاص طریقوں سے جو ذکر بتلاتے ہیں اس میں اُس تعداد اور طریقہ کی پابندی ضروری ہے، جو وہ بتلائیں، کیونکہ جس مقصد سے وہ ذکر کیا جاتا ہے وہ اسی طریقہ سے حاصل ہوتا ہے، اس کی موٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے الحمد شریف یا قرآن شریف کی کسی اور سورت کی تلاوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کہ وہ ایک دفعہ صبح کو تلاوت کرلے، ایک دفعہ دوپہر کو، ایک دفعہ ظہر کے وقت اور ایک دفعہ شام کو اور اسی طرح دو چار دفعہ رات میں، لیکن اگر وہ اس سورت کو حفظ بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو مسلسل بلا کسی وقفہ کے بیسوں دفعہ ایک ہی نشست میں پڑھنا پڑے گا اس کے بغیر وہ یاد نہیں کرسکے گا، بس یہی فرق ہے اس عام ذکر میں جو صرف ثواب کے لئے کیا جاتا ہے اور اس خاص ذکر

میں جو حضرات مشائخ اہلِ سلوک کے لیے بطور علاج اور تدبیر کے تجویز کرتے ہیں ۔ بہت سے لوگوں کو ذکر کی ان قسموں کا فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے علمی اور فقہی اُلجھنیں ہوتی ہیں ۔ اس لئے یہ مختصر بات یہاں عرض کردی گئی ۔

قرآن پاک کی تلاوت [۱]

قرآن مجید کی تلاوت بھی اللہ کا ذکر ہے ، بلکہ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے ۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

---

[۱] آج کل کے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کا خیال ہے اور وہ بڑے زور سے اس کی اشاعت کرتے ہیں کہ معنی مفہوم سمجھے بغیر قرآن شریف کی تلاوت بالکل فضول ہے ۔ یہ بیچارے شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح قانون یا اخلاق کی دوسری کتابیں ہوتی ہیں اسی طرح کی ایک کتاب قرآن شریف بھی ہے اور جیسے کسی قانونی یا اخلاقی کتاب کو اس کے نہ سمجھنے والے کا پڑھنا بالکل فضول اور لایعنی فعل ہے اسی طرح ان لوگوں کا تلاوت کرنا بھی ایک فعل عبث ہے جو قرآن کے معنی نہیں سمجھتے ۔ حالانکہ دوسری کتابوں سے اللہ کی اس مقدس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ پاک کی کتاب ہے ۔ اس لئے ادب اور عظمت کے ساتھ اس کی صرف تلاوت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و عبدیت کے تعلق کو ظاہر کرنے والا ایک عمل ہے ۔ اس لئے یہ ایک مستقل عبادت ہے ، اگر قرآن مجید کی تلاوت کا مقصد صرف سمجھنا ہی ہوتا تو ایک ایک نماز

"اللہ تعالٰی کے کلام کی فضیلت دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں ایسی ہے، جیسی اللہ کی فضیلت اس کی مخلوق پر۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے ایک نیکی ہے اور اُس ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔

پھر فرمایا:

"میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ (الم) ایک حرف ہے، بلکہ اس کا الف ایک حرف ہے۔ لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

٭ میں چار چار دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ معنی اور مطلب کے سمجھنے کے لئے ایک دفعہ کی تلاوت کافی ہوتی۔ اس طرح کی غلط فہمیاں دراصل ان لوگوں کو ہوتی ہیں جو اللہ تعالٰی کو دنیا کے حاکموں کی طرح کا بس ایک حاکم سمجھتے ہیں اور اس کی شان محبوبیت و معبودیت سے ناآشنا ہیں، یا یوں سمجھئے کہ جنہوں نے صرف دماغ سے خدا کو جانا اور مانا ہے اور دل سے ماننا ابھی انہیں پوری طرح حاصل نہیں ہوا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن کا جو اصل مقصد ہے یعنی ہدایت و نصیحت وہ سمجھنے ہی پر موقوف ہے اس لئے اس کو سمجھنا اور تدبر و تفکر کیساتھ اسکی تلاوت کرنا ہی سعادت کا اعلٰی درجہ اور اونچا مقام ہے یہی اس مسئلہ میں نقطۂ اعتدال اور قول حق ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" لوگو! قرآن پڑھا کرو، قیامت کے دِن قرآن ان لوگوں کی شفاعت کرے گا، جو قرآن والے ہوں گے۔

ذِکر کے متعلق چند آخری باتیں

(۱)

ذکر کرتے کرتے جن اللہ کے بندوں کے دِل میں ذکر بس گیا ہے اور اُن کی زندگی کا جز بن گیا ہے انہیں تو ذکر کے لئے کسی خاص پابندی اور اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن ہم جیسے عوام اگر ذکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھانا اور ذکر کے برکات وثمرات حاصل کرنا چاہیں تو اُن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے حالات کے لحاظ سے ذکر کی کچھ تعداد اور اس کا وقت مقرر کریں اور بہتر یہ ہے کہ کلماتِ ذکر کے انتخاب میں کسی صاحبِ ذکر سے مشورہ کریں، یا مذکورۂ بالا کلماتِ ذکر میں سے جس ذکر سے اپنی طبیعت کو زیادہ مناسبت ہو اس کو مقرر کریں، اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت کے لئے بھی وقت مقرر کریں۔

(۲)

جہاں تک ممکن ہو جس کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اس کے معنیٰ کا بھی دھیان رکھا جائے اور اللہ کی عظمت اور محبت کے شعور کیساتھ

ذکر کیا جائے اور اس پر یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس اور میرے ساتھ ہیں اور میرے ہر لفظ کو سُن رہے ہیں۔

(۳)

ذکر کے لیے وضو شرط نہیں اس لئے وضو نہ ہونے کی حالت میں بھی بے تکلّف ذکر کیا جا سکتا ہے، انشاء اللہ جس ثواب کا وعدہ ہے وہ پورا پورا ملے گا۔ لیکن وضو کے ساتھ ذکر کی تاثیر اور نورانیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

(۴)

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ذکر کے تمام کلمات میں کلمۂ تمجید (تیسرا کلمہ)

سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ بہت جامع ہے اگر اس کو اپنا ورد بنا لیا جائے، تو اس میں سب کچھ ہے، اور اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عام طالبین کو مستقل ورد کے لئے یہی کلمہ اور اس کے ساتھ استغفار اور درود شریف تبلاتے ہیں۔ (استغفار اور درود شریف کا بیان ابھی ایک سبق کے بعد آ رہا ہے)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اس کے ذکر سے ہمارے قلوب معمور اور ہماری زبانیں تر رہیں اور اس کے انوار و آثار اور برکات و ثمرات ہمیں نصیب ہوں ؎

ہمارا شغل ہو راتوں کو رٹنا یارِ دلبر ہیں
ہماری نیند ہو محوِ خیالِ یار ہو جانا۔

اٹھارھواں سبق

"دُعا"

جب یہ بات یقینی ہے اور مانی ہوئی ہے کہ اس دنیا کا سارا کارخانہ اللہ ہی کے حکم سے چل رہا ہے، اور سب کچھ اُسی کے قبضہ اور قدرت میں ہے تو ہر چھوٹی بڑی ضرورت میں اللہ سے دُعا کرنا بالکل فطری بات ہے۔ اِسی لئے ہر مذہب کے ماننے والے اپنی ضرورتوں میں اللہ سے دُعا کرتے ہیں لیکن اسلام میں اس کی خاص طور سے تعلیم و تاکید فرمائی گئی ہے۔ قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہے :-

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ	اور فرمایا تمہارے پروردگار نے کہ مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ؕ	کہہ دو کیا پروا تمہاری میرے رب کو، اگر نہ ہوں تمہاری دعائیں

پھر دُعا کے حکم کے ساتھ یہ بھی اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت قریب ہے۔ وہ ان کی دعاؤں کو سُنتا اور قبول کرتا ہے۔

ارشاد ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

اور اے رسول! جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتاؤ کہ میں اُن سے قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارے تو میں اُس کی پکار سنتا ہوں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ بھی بتلایا ہے کہ اپنی ضرورتیں کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور دُعا کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، بلکہ عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"دعا عبادت ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ دُعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے یہاں دُعا سے زیادہ کسی چیز کا درجہ نہیں"

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اس شخص سے ناراض ہوتا ہے، جو اپنی ضرورتیں اس سے نہ مانگے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ اس بندہ پر ناراض ہوتا ہے جو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں اس سے نہیں مانگتا۔"

سُبْحَانَ اللہ! دنیا میں کوئی آدمی اگر اپنے کسی گہرے دوست سے

یا اپنے کسی قریبی عزیز سے بار بار اپنی ضرورتوں کا سوال کرے، تو وہ اس سے تنگ آکر خفا ہو جاتا ہے لیکن اللہ پاک اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ وہ نہ مانگنے پر خفا اور ناراض ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"جس شخص کے لئے دُعا کے دروازے کھُل گئے (یعنی اللہ کی طرف سے جس کو دُعا کی توفیق ملی، اور اصلی دُعا کرنا جسے نصیب ہو گیا، تو اُس کے لیے اللہ کی رحمت کے دروازے کھُل گئے"۔

بہر حال کسی ضرورت اور مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا جس طرح اس کو حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے، اسی طرح وہ ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت راضی اور خوش ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے یہ شان ہر دعا کی ہے، خواہ وہ کسی دینی مقصد کے لیے کی جائے یا کسی دنیاوی ضرورت کے لیے مگر شرط یہ ہے کہ کسی بُرے اور ناجائز کام کے لیے نہ ہو، ناجائز کام کے لئے دعا کرنا بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ دعا جس قدر دل کی گہرائی سے اور اپنے کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی قدرت اور رحمت کے جتنے یقین کیساتھ کی جائیگی، اسی قدر اُسکے قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہو گی، جو دُعا دل سے نہ کی جائے بلکہ رسمی طور پر صرف زبان سے کی جاتی ہے وہ دراصل دعا ہی نہیں ہوتی۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ وہ دُعا قبول نہیں کرتا، جو دل کی غفلت کے ساتھ کی جائے"۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کی دُعا سنتا ہے لیکن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خاص وقتوں میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے مثلاً، فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں یا روزہ کے افطار کے وقت یا ایسے ہی کسی اور نیک کام کے بعد یا سفر کی حالت میں خاص کر جب سفر دین کے لئے اور اللہ کی رضا کے لیے ہو۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے آدمی کا ولی ہونا یا متقی ہونا شرط نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ عام لوگوں اور گنہگاروں کی دعائیں سُنی ہی نہ جاتی ہوں، اس لئے کسی کو یہ خیال کر کے دُعا چھوڑنی نہ چاہیئے کہ ہم گنہگاروں کی دُعا سے کیا ہوگا۔ اللہ رحیم و کریم جس طرح اپنے گنہگار بندوں کو کھلاتا پلاتا ہے، اسی طرح ان کی دعائیں بھی سنتا ہے۔ اس لئے اللہ سے دُعا سب کو کرنا چاہیئے۔ ابھی بتلایا جا چکا ہے کہ دعا مستقل عبادت بھی ہے، اس لئے دُعا کرنیوالے کو ثواب تو بہر حال ملیگا۔

اور اگر چند دفعہ دُعا کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو، تو بھی مایوس اور ناامید ہو کر دُعا چھوڑ نہ دینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری خواہش کا پابند نہیں ہے کبھی کبھی اُس کی حکمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے، کہ دُعا دیر سے قبول کی جائے

اور بندہ کی بہتری بھی اسی میں ہوتی ہے، لیکن بندہ اپنی نادانی کی وجہ سے اس کو جانتا نہیں اس لئے جلد بازی کرتا ہے اور مایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے الغرض بندہ کو چاہیئے کہ اپنی ضروریات اور اپنے مقاصد کے لیئے اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہی رہے، معلوم نہیں اللہ تعالےٰ کس دن اور کس گھڑی سُن لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے متعلق ایک بات یہ بھی تبلائی ہے کہ:۔ "دُعا ضائع اور بےکار کبھی نہیں جاتی، لیکن اس کے قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ جس چیز کی دعا کرتا ہے۔ اس کو وہی مل جاتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس بندہ کو وہ چیز دینا بہتر نہیں سمجھتے، اس لیے وہ تو ملتی نہیں، لیکن اس کے بجائے کوئی اور نعمت اس کو دے دی جاتی ہے یا کوئی آنے والی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے یا اس دُعا کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے (لیکن چونکہ بندہ کو اس راز کی خبر نہیں ہوتی اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ میری دُعا بے کار گئی) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے۔ یعنی بندہ جس مقصد کے لیے دُعا کرتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس کو نہیں دیتا لیکن اس کی اس دُعا کے بدلہ میں آخرت کا بہت بڑا ثواب اس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ:

"بعض لوگ جن کی بہت سی دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوئی تھیں

جب آخرت میں پہونچ کر اپنی ان دُعاؤں کے بدلہ میں ملے ہوئے ثواب اور نعمتوں کے ذخیرے دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی دُعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی اور سب کا بدلہ ہمیں یہیں ملتا"

بہر حال اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے ہر بندہ کو اللہ کی قدرت اور اس کی شانِ کریمی پر پورا یقین رکھتے ہوئے قبولیت کی پوری امید اور بھروسہ کے ساتھ اپنی ہر ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیئے اور بالکل یقین رکھنا چاہیئے کہ دُعا ہرگز ضائع نہیں جائے گی۔

جہاں تک بن پڑے دُعا ایسے اچھے الفاظ میں کرنی چاہیئے۔ جن سے اپنی عاجزی، بیچارگی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی ظاہر ہو۔

قرآن شریف میں ہمیں بہت سی دعائیں تبلائی گئیں اور ان کے علاوہ حدیثوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں دُعائیں آئی ہیں سب سے اچھی دُعائیں قرآن و حدیث کی یہی دُعائیں ہیں۔ ان میں سے چالیسؔ مختصر اور جامع دعائیں اس کتاب کے آخر میں بھی درج ہیں۔

انیسواں سبق

درود شریف

درود شریف بھی دراصل ایک دُعا ہے، جو ہم بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسان ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپؐ نے سخت سے سخت مصیبتیں اُٹھا کے اللہ کی ہدایت ہم بندوں تک پہنچائی اگر آپؐ اللہ کے راستہ میں یہ تکلیفیں نہ اُٹھاتے، تو یہ دین کی روشنی ہم تک نہ پہنچ سکتی اور ہم کفر و شرک کے اندھیرے میں پڑے رہ جاتے اور مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جاتے۔

الغرض دین اور ایمان کی دولت چونکہ اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ملی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں۔ ہم آپؐ کے اس احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے، بس زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کے لئے دُعا کریں، اور اس طرح اپنی نیازمندی اور شکرگذاری کا ثبوت دیں۔

ہماری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق دُعا یہی ہو

سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ آپؐ کو اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازے اور آپ کے درجے زیادہ سے زیادہ بلند کرے"۔ بس اسی قسم کی دُعا کو "درود" کہتے ہیں۔

قران شریف میں بڑی صراحت کے ساتھ اور بڑے عجیب انداز میں ہم کو اس کا حکم دیا گیا ہے : ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور سلام عرض کرو۔

اس آیت میں پہلے تو یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اعزاز واکرام کرتا ہے اور ان پر رحمت وشفقت فرماتا ہے اور اس کے فرشتوں کا برتاؤ بھی آپ کے ساتھ یہی ہے کہ وہ آپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ سے آپ کے لئے رحمت کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمتیں نازل کرنے کی التدعا کرو، اور ان پر سلام بھیجو، گویا حکم دینے سے پہلے ہی ہم کو بتلایا گیا ہے کہ جس کام کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے وہ اللہ تعالےٰ کو خصوصیت سے محبوب ہے اور فرشتوں کا خاص مشغلہ ہے، یہ معلوم ہونے کے بعد کون مسلمان ہوگا جو اس کو اپنا وظیفہ نہ بنائے۔

درود شریف کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں جن میں سے دو چار یہاں بھی درج کی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بہت مشہور حدیث ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس۱۰ دفعہ رحمتیں نازل کرتا ہے"

ایک اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ:

"اُس کی دس خطائیں بھی معاف کی جاتی ہیں اور دس درجے بھی بلند کر دیئے جاتے ہیں"

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے بہت سے فرشتے ہیں، جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو امتّی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے وہ اُس کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔"

سبحان اللہ! کتنی بڑی دولت ہے کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے۔ اور اس بہانہ ہمارا ذکر وہاں ہو جاتا ہے ؏

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"قیامت میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب آدمی وہ ہوگا جو مجھ پر درود زیادہ بھیجتا ہوگا۔"

ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو، اور وہ اس

وقت بھی مجھ پر درود نہ بھیجے "

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :

" اس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ ذلیل ہو) جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے "

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا حق ہے، اور ہماری اعلیٰ درجہ کی سعادت اور نیک بختی ہے اور دنیا و آخرت میں ہمارے لیے بیشمار رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہے۔

درُود کے الفاظ

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو " درودِ ابراہیمی " تعلیم فرمایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کتاب کے دوسرے سبق میں نماز کے بیان میں گذر چکا ہے۔

اُسی کے قریب قریب اور اس سے کچھ مختصر ایک اور درود شریف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ حدیث میں یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ	اے میرے اللہ! نبی اُمّی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین پر اور آپؐ کی نسل اور آپؐ کے گھر والوں پر رحمتیں نازل

کہ جیسے کہ تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے پر تو لائق حمد ہے صاحب مجد ہے۔

جب بھی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیں اور آپ کا ذکر کریں یا دوسرے سے سُنیں تو آپؐ پر درود شریف ضرور پڑھنا چاہیئے اور ایسے موقع کے لئے صلی اللہ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کافی ہے۔

درُود شریف بطور معمُول و وظیفہ

بعض خاص ذوق اور ہمّت رکھنے والے بندے تو روزانہ کئی کئی ہزار بار درُود شریف کا معمول رکھتے ہیں، لیکن ہم جیسے کم ہمّت اگر صبح شام ادب اور محبّت کے ساتھ صرف سَو سَو مرتبہ درُود شریف پڑھ لیا کریں تو انشاء اللہ اتنا کچھ پائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن کے حال پر ایسی شفقتیں ہوں گی کہ اس دنیا میں ان کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔

جو حضرات مختصر درُود شریف پڑھنا
چاہیں وہ یہ مختصر درُود یاد کرلیں!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ ؕ

اے اللہ! نبی اُمّی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُن کے گھر والوں پر رحمتیں نازل فرما۔

بیسواں سبق

توبہ و استغفار

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو اس واسطے بھیجا اور اپنی کتابیں اس لیے نازل فرمائیں کہ انسانوں کو اپنا برا بھلا اور گناہ ثواب سب معلوم ہو جائے اور وہ بُری باتوں اور گناہ کے کاموں سے بچیں، اور نیکی اور ثواب کے راستہ پر چل کر اللہ کی رضامندی اور مرنے کے بعد والی زندگی، یعنی آخرت میں نجات حاصل کریں۔ تو جن لوگوں نے اللہ کے نبیوں، رسولوں اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں کو نہیں مانا، اور ایمان نہیں لائے، اُن کا معاملہ تو یہ ہے کہ اُن کی پوری زندگی گویا بغاوت اور نافرمانی کی زندگی ہے، اور اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت سے وہ بالکل بے تعلق ہیں۔ اس لیے جب تک وہ اس کے بھیجے ہوئے نبیوں، رسولوں پر اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر اور خاصکر اس آخری زمانہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی لائی ہوئی خدا کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہ لائیں اور اس کی ہدایت کو تسلیم نہ کریں، وہ اللہ کی رضامندی اور مرنے کے بعد والی زندگی میں فلاح و نجات حاصل نہیں کر سکتے، کیونکہ اللہ کا اور اُس کے نبیوں اور اسکی کتابوں کا انکار ایسا جرم نہیں، جو قابلِ معافی ہو۔ اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنے اپنے زمانہ میں اس بات کا بہت صاف صاف اعلان کیا ہے، بہرحال کفر اور شرک والوں کی نجات

کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے شرک و کفر سے توبہ کریں اور ایمان اور توحید کو اپنا اصول بنائیں اس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

لیکن جو لوگ نبیوں، رسولوں پر ایمان لے آتے ہیں، اور اُن کی ہدایت پر چلنے کا اقرار اور ارادہ کر لیتے ہیں، وہ بھی کبھی کبھی شیطان کے بہکائے سے یا اپنے نفس کی بُری خواہش سے گناہ کے کام کر بیٹھتے ہیں، ایسے سب گنہگاروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور استغفار کا دروازہ کھلا رکھا ہے

توبہ و استغفار کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ سے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا کوئی کام ہو جائے تو وہ اس پر نادم اور شرمندہ ہو، اور آئندہ اس گناہ سے بچنے کا ارادہ کر لے اور اللہ سے اپنے کئے ہوئے گناہ کی معافی چاہے۔ قرآن و حدیث میں تبلایا گیا ہے کہ بس اتنا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس بندہ سے راضی ہو جاتا ہے، اور اُس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ توبہ صرف زبان ہی سے نہیں ہوتی، بلکہ کئے ہوئے گناہ پر دل سے ندامت اور رنج و افسوس ہونا ضروری ہے، اور آئندہ پھر کبھی اس گناہ کے نہ کرنے کا ارادہ بھی دل سے ہونا لازمی ہے۔

توبہ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی آدمی غصّہ یا رنج کی حالت میں خودکشی کے ارادہ سے زہر کھا لے، اور جب اُس کے اثر سے آنتیں کٹنے لگیں، اور سخت تکلیف ہونے لگے تو اُسے اپنی اس غلطی پر رنج و افسوس ہو اور وہ علاج کے لئے تڑپے اور حکیم، ڈاکٹر جو دوا بتائیں وہی پئے، اس وقت اُس کے دل کا فیصلہ قطعاً یہی ہو گا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں

نہیں کروں گا، بس گناہ سے توبہ کرنے والے کے دل کی کیفیت بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور آخرت کے عذاب کا خیال کر کے اُس کو اپنے گناہ کرنے پر خوب رنج اور افسوس ہو اور آئندہ کے لیے اُس وقت اُس کے دل کا یہ فیصلہ ہو کہ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا اور جو ہو چکا اُس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی دُعا ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی درجہ میں یہ بات نصیب فرما دے، تو یقین رکھنا چاہیئے کہ گناہ کا اثر بالکل مٹ گیا اور اللہ کی رحمت کا دروازہ کھل گیا۔ ایسی توبہ کے بعد گناہگار گناہ کے اثر سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی تو گناہ کے بعد سچی توبہ کے ذریعہ بندہ اُس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس پر سینکڑوں سال کی عبادت و ریاضت سے پہنچنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ سب آیات و احادیث کا مضمون ہے اب چند آیتیں اور حدیثیں بھی توبہ و استغفار کے متعلق لکھی جاتی ہیں۔

سورۂ تحریم میں ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ط عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۙ (تحریم ع ۲)	اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ سے سچی توبہ امید ہے کہ تمہارا مالک (اس توبہ کے بعد) مٹا دے گا۔ تمہارے گناہ اور داخل کر دیگا تم کو جنت کے ان باغیچوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

اور سورۂ مائدہ میں گنہ گار خطار بندوں کے متعلق ارشاد ہے :

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰهِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورۂ مائدہ ع)

وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور معافی کیوں نہیں طلب کرتے اور اللہ تو بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اور سورۂ انعام میں کیسا پیارا ارشاد ہے :

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورہ انعام ع)

اور اے نبی! جب تمہارے پاس آدیں ہمارے وہ بندے جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو تم کہو اُن سے کہ سلام ہو تم پر، تمہارے رب نے مقرر کیا ہے اپنی ذات پر رحمت کرنا، جو کوئی تم میں سے گناہ کا کام کرے نادانی سے پھر توبہ کرلے اُس کے بعد اور درست کرلے اپنا عمل تو اللہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے

اللہ پاک کی شانِ رحمت کے قربان! انہوں نے توبہ کا دروازہ کھول کر ہم جیسے گنہگاروں کا مسئلہ آسان کردیا، ورنہ ہمارا کہاں ٹھکانہ تھا۔

ان آیتوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی سُن لیجئے مسلم شریف میں ایک طویل حدیثِ قدسی ہے، اُس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہ معاف کرسکتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے معافی اور بخشش مانگو، میں تمہیں معاف کردوں گا۔"

ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ ہر رات کو اپنی رحمت اور مغفرت کا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دن کے گنہگار توبہ کر لیں، اور ہر دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کے گناہ کرنے والے توبہ کر لیں اور اللہ کا یہ معاملہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ قیامت کے قریب سورج مغرب کی طرف سے نکلے"۔

ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ

"اللہ کے ایک بندہ نے کوئی گناہ کیا، پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے رب! میں نے گناہ کیا۔ مجھے معاف کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندہ کا گناہ بخش دیا۔ پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ گناہ سے رکا رہا، اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا، اور پھر اللہ سے عرض کیا میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا۔ تو اس کو بخش دے، تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا، میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہ قصور معاف بھی کرتا ہے، اور پکڑ بھی سکتا ہے میں نے اپنے بندہ کا گناہ معاف کر دیا۔ پھر اللہ نے جب تک چاہا بندہ رکا رہا، اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا، اور پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے مولا! مجھ سے اور گناہ ہو گیا تو مجھے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا، کہ میرے بندہ کو یقین ہے کہ اس کا

کوئی مالک و مولا ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے، میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا وہ جو چاہے کرے"۔

ایک حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"گناہ سے توبہ کرنے والا بالکل اُس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے وہ گناہ کیا ہی نہ ہو۔"

اِن حدیثوں میں اللہ کی شانِ مغفرت اور اس کی رحمت کا بیان ہے، ایسی حدیثوں کو سُن کر گناہوں پر دلیر ہونا یعنی توبہ اور مغفرت کے بھروسہ پر اور زیادہ گناہ کرنے لگنا مومن کا کام نہیں، مغفرت اور رحمت کی اِن آیتوں اور حدیثوں کے مضمون سے تو اللہ کی محبت بڑھنی چاہیئے، اور یہ سبق لینا چاہیئے کہ ایسا رحیم و کریم آقا کی نافرمانی تو بڑا ہی کمینہ پن ہے۔ ذرا سوچو اگر کسی نوکر کا آقا اُس کے ساتھ بہت ہی شفقت اور احسان کا برتاؤ کرے، تو کیا اُس نوکر کو اور زیادہ دلیر ہو کر اُس کی نافرمانی کرنی چاہیئے؟

دراصل ان آیتوں اور حدیثوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی مومن بندہ سے اگر گناہ ہو جائے تو وہ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بلکہ توبہ کر کے اُس گناہ کے داغ دھبے دھو ڈالے اور اللہ سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو معاف کر دیں گے اور بجائے ناراضی اور غصہ کے اللہ تعالیٰ اُس سے اور زیادہ خوش ہونگے۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بندہ جب گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ سے اُس آدمی سے بھی زیادہ خوش

ہوتا ہے جس کی سواری کا جانور کسی لق و دق میدان میں اُس سے
چھوٹ کر بھاگ جائے اور اسی پر اُس کے کھانے پینے کا سامان لدا ہو
اور وہ اُس سے بالکل مایوس ہو کر موت کے انتظار میں کسی درخت کے
سایہ میں لیٹ جائے اور پھر اسی حالت میں اچانک وہ دیکھے کہ اُسکا وہ
جانور اپنے پورے سامان کے ساتھ کھڑا ہے، اور وہ اُس کو پکڑ لے اور
پھر انتہائی خوشی اور مستی میں اُسکی زبان سے نکل جائے، کہ اے اللہ!
بس تو میرا بندہ اور میں تیرا رب[1] ہوں (تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جتنی خوشی
اُس شخص کو اپنی سواری کا جانور پھر سے پاکر ہو گی، اللہ تعالیٰ کو اپنے گنہگار
بندہ کی توبہ سے اُس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے)"

اِن آیتوں اور حدیثوں کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو شخص گناہوں سے توبہ
کر کے اللہ کی رضامندی اور رحمت حاصل نہ کرے بلاشبہ وہ بڑا ہی محروم اور بے نصیب ہے۔

بہت سے لوگ اس خیال سے توبہ میں جلدی نہیں کرتے، کہ ابھی کیا ہے ابھی
تو ہم تندرست ہیں مرنے سے پہلے کبھی توبہ کر لیں گے۔ بھائیو! ہمارے تمہارے دشمن
شیطان کا یہ بہت بڑا فریب ہے، وہ جس طرح خود اللہ کی رحمت سے دُور اور
جہنمی ہو گیا، اُسی طرح ہم کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اسکی
موت کب آئے گی۔ اس لئے ہر دن کو یہی سمجھو کہ شاید آج کا دن ہی ہماری زندگی
کا آخری دن ہو، اس لیے جب کوئی گناہ ہو جائے تو جلدی سے جلدی اس سے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اس بندہ کو اس قدر زیادہ خوشی ہو کہ فرطِ مسرت سے اس کی
زبان بہک جائے اور جو بات کہنا چاہیے اس کا الٹ نکل جائے ۔۱۲

توبہ کر لینا ہی عقلمندی ہے - قرآنِ شریف میں صاف فرمادیا گیا ہے -

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۝ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(النساء ع ۳)

صرف اُن لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں تو ان کو اللہ معاف کرتا ہے اور اُنکی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے - اور اُن لوگوں کی کچھ توبہ نہیں جو (ڈھٹائی سے) برابر گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں - یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے بالکل سامنے موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی (تو ایسوں کی توبہ قبول نہیں) اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں، ان سب کے لیے ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب۔

پس جو دم باقی ہے اس کو ہم غنیمت جانیں اور توبہ کرنے میں اور اپنی حالت درست کرنے میں بالکل دیر نہ کریں معلوم نہیں موت کس وقت سر پر آجائے اور اس وقت ہم کو اس کی توفیق بھی ملے یا نہ ملے۔

بھائیو! ہم نے اور آپ نے اپنی عمر میں سیکڑوں کو مرتے دیکھا ہے اور ہمارا آپ کا عام تجربہ یہی ہے کہ جو جس حالت میں جیتا ہے وہ اُسی حالت میں مرتا ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص عمر بھر تو اللہ سے غافل رہے، اُس کی نافرمانیاں کرتا رہے لیکن مرنے سے ایک دو دن پہلے وہ ایک دم توبہ کر کے ولی ہو جائے، اسلئے جو شخص چاہتا

ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں مرے اُس کیلئے ضروری ہے کہ وہ زندگی ہی میں نیک بن جائے
اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ اس کا خاتمہ ضرور اچھا ہوگا، اور قیامت میں نیکوں
کیساتھ اس کا حشر ہوگا۔

توبہ کے متعلق ایک ضروری بات

بندہ اگر کسی گناہ سے توبہ کرلے اور پھر اُس سے وہی گناہ ہو جائے تو بھی
اللہ کی رحمت سے ہرگز نااُمید نہ ہو بلکہ پھر توبہ کرلے اور پھر ٹوٹے تو پھر توبہ کرلے اسطرح
اگر سینکڑوں ہزاروں دفعہ بھی اس کی توبہ ٹوٹے تو بھی نااُمید نہ ہو، جب بھی وہ سچے دل
سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی توبہ قبول کریں گے، اور اُس
کو معاف فرماتے رہیں گے، اللہ کی رحمت اور جنّت بڑی وسیع ہے۔

توبہ و استغفار کے کلمات

توبہ اور استغفار کی جو حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے، یہ تو آپ نے اسی سے سمجھ
لیا ہوگا کہ بندہ جس زبان میں اور جن الفاظ میں بھی اللہ سے توبہ کرے اور معافی چاہے
اللہ تعالیٰ اُس کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کو توبہ و استغفار کے بعض خاص خاص کلمے بھی تعلیم فرمائے تھے اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اُن کو پڑھا کرتے تھے، کوئی شبہ نہیں کہ وہ کلمے بہت ہی بابرکت اور
بہت قبول ہونیوالے اور اللہ کو بہت ہی پیارے ہیں اُن میں سے چند ہم یہاں درج
کرتے ہیں آپ ان کو یاد کرلیجئے اور ان کے ذریعہ توبہ و استغفار کیا کیجئے۔

(۱) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔

ترجمہ: میں معافی اور بخشش طلب کرتا ہوں اُس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حیّ و قیّوم ہے اور میں توبہ کرتا ہوں اُس کی طرف۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"جو شخص اللہ سے اس کلمہ کے ذریعہ توبہ و استغفار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے گا اگرچہ اُس نے جہاد سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو جو اللہ کے نزدیک بہت ہی بڑا گناہ ہے۔"

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"جو شخص رات کو سوتے وقت ۳۰ دفعہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے توبہ و استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کردیگا اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔"

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی صرف "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں)۔ اَسْتَخْفِرُ اللّٰهَ" (میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں) بھی پڑھا کرتے تھے۔ یہ بہت مختصر استغفار ہے، اسکے ہر وقت زبان پر جاری رہنے کی عادت ڈال لینا چاہیئے۔

(۳) سیّد الاستغفار

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی

اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تونے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں

عَہْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ

تک مجھ سے ہو سکا میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں میں نے جو بُرے کام کئے ہیں اُن کے

وَ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ

شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں مجھے اپنے پر تیرے انعامات کا اقرار ہے اور گناہوں کا بھی

الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اعتراف ہے پس تو مجھے بخش دے، گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی نہیں بخش سکتا۔

"جو بندہ اس کلمہ کے ذریعہ اس کے مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ دن میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، اور اُس دن رات شروع ہونے سے پہلے مر جائے، تو وہ جنّت میں جائے گا اور جو بندہ اسی طرح اس کلمہ کے مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ رات میں اس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اور صبح ہونے سے پہلے اسی رات میں مر جائے تو وہ جنّتی ہو گا"

یہاں استغفار کے صرف یہ تین کلمے نقل کئے گئے ہیں، ان کا یاد کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

" خوش خبری ہو اور مبارک ہو اُس آدمی کو جس کے اعمالنامہ میں استغفار کثرت سے درج ہو۔"

خاتمہ

اللہ کی رضامندی اور جنت حاصل کرنے کا عوامی نصاب

اس چھوٹی سی کتاب کے بیس سبقوں میں جو کچھ آگیا ہے اُس پر عمل کرنا اللہ کی رضا اور جنت حاصل کرنے کے لیے انشاء اللہ بالکل کافی ہے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سطروں میں پھر اس کا لب لباب اور خلاصہ عرض کر دیا جائے

اسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور اللہ کی رضا اور جنت حاصل ہونے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر آدمی ایمان لائے (جس کی تفصیل و تشریح پہلے سبق میں کی جا چکی ہے) پھر بقدر ضرورت دین کے احکام معلوم کرنے اور سیکھنے کی فکر کرے۔ پھر کوشش کرے کہ اللہ کے فرائض اور بندوں کے حقوق اور آداب و اخلاق کے بارے میں اسلام کی جو تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں (جن کی تفصیل بعد کے اسباق میں کی گئی ہے) اُن کی فرمانبرداری ہو۔ اور جب کبھی کوئی کوتاہی اور نافرمانی ہو جائے تو سچے دل سے اللہ سے توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کی کوشش کرے اور کسی بندے کا قصور ہو جائے اور اس پر کوئی زیادتی ہو جائے تو اس سے معافی چاہے یا اُس کا بدلہ اور معاوضہ دے کر حساب بیباک کرلے۔

اسی طرح کوشش کرے کہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت اللہ کی، اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اُس کے دین کی ہو، اور ہر حال میں پوری مضبوطی کیساتھ دین پر قائم رہے، اور دین کی دعوت اور خدمت میں ضرور کچھ حصّہ لے۔ یہ بہت بڑی سعادت اور انبیا علیہم السّلام کی خاص وراثت ہے، اور خاص طور سے اس زمانہ میں اِس کا درجہ دوسری نفلی عبادتوں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور اس کی برکت سے خود اپنا تعلق بھی دین سے اور اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھتا ہے۔

نوافل میں اگر ہو سکے تو تہجّد کی عادت ڈالنے کی کوشش کرے، اسکی برکتیں بے انتہا ہیں۔

تمام گناہوں سے خاص کر کبیرہ گناہوں سے ہمیشہ بچتا رہے، جیسے زنا، چوری، جھوٹ، شراب خوری، معاملات میں بد دیانتی وغیرہ۔

روزانہ کچھ ذکر کا بھی معمول مقرر کرے۔ اگر فرصت زیادہ نہیں ہوتی ہو تو کم سے کم یہی کرے کہ صبح شام سَو سَو دفعہ کلمۂ تمجید[1] یا صرف "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" اور استغفار[2] اور درود[3] شریف سو سو دفعہ پڑھ لیا کرے۔

کچھ معمول قرآن شریف کی تلاوت کا بھی مقرر کرلے، اور پورے ادب

---

[1] سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

[2] اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

یا صرف اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔

[3] درودِ ابراہیمی یا مختصر درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ

اور عظمت کے ساتھ پڑھا کرے ہر فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحاتِ[1] فاطمہ پڑھا کرے۔

جو لوگ اس سے زیادہ کرنا چاہیں وہ اللہ کے کسی ایسے بندہ سے رجوع کرکے مشورہ کریں جو اس کا اہل ہو۔

آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اللہ کے صالح بندوں سے تعلق اور محبت اور ان کی صحبت اس راہ میں اکسیر ہے اگر یہ نصیب ہو جائے تو باقی چیزیں آپ سے آپ پیدا ہو جاتی ہیں۔

اللہ توفیق دے

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی!
با سوختگان بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی!

---

[1] سُبحَانَ اللہ ۳۳ دفعہ، اَلحَمدُ لِلّٰہِ ۳۳ دفعہ، اَللہُ اَکبَرُ ۳۴ دفعہ

روزانہ وِرد کے قابل

قرآن و حدیث کی چالیس (۴۰) دعائیں

"یہ وہی چالیس دعائیں ہیں جن کا ذکر اٹھارویں (۱۸) سبق (دُعا) کے آخر میں کیا گیا ہے۔ (مؤلف)"

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۱)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ۝ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝ اٰمين

ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جو سب جہانوں کا رب ہے بہت رحمت والا اور بڑا مہربان ہے قیامت کے دن کا مالک ہے اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں تو ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ اُن کا جو گمراہ ہوئے" خداوندا! ہماری یہ دعا قبول فرما!

(۲)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے، اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا"

(۳)

رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ

خداوندا، ہم ایمان لائے پس تو ہمارے سب گناہ بخشدے اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا دے

(۴)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ؕ

"اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخشدے! اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو زیادتیاں اور غلطیاں ہوئیں، انہیں معاف فرما، اور حق پر ہمارے پاؤں جما دے اور کفر کرنے والوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما

(۵)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ؕ

"اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو ایمان کا بلاوا دیتے ہوئے سنا (کہ لوگو اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ) تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری برائیاں مٹا دے، اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ کر خداوندا! ہم کو وہ سب کچھ عطا فرما دے جس کا اپنے رسولوں کی زبانی تو نے ہم سے وعدہ فرمایا۔ اور

قیامت کے دن ہم کو رُسوا نہ کر، تیرا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔

(۶)

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

"اے ہمارے پروردگار! تیری نافرمانیاں کر کے ہم نے اپنے ہی اوپر بہت ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا، تو ہم نامراد اور برباد ہی ہو جائیں گے۔"

(۷)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

"اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم قوم کے ظلم وستم کے لیے تختۂ مشق نہ بنا اور اپنی رحمت کے صدقہ میں ہم کو قومِ کافرین کے ظلم سے نجات دے۔"

(۸)

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

"اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! دنیا اور آخرت میں صرف تو ہی میرا ولی ہے، اسلام پر میرا خاتمہ کر، اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ مجھے شامل فرما۔

(۹)

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

"میرے پروردگار! مجھے اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ خدایا! ہماری دعا کو قبول کر، میرے مالک! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بخش دیجیے۔ جس دن کہ حساب کتاب ہو۔

(۱۰)

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ۝

میرے پروردگار میرے ماں باپ پر رحمت فرما، جیسا کہ انھوں نے مجھے پیار سے پالا جب کہ میں ننھّا سا تھا۔

(۱۱)

رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ط

خداوندا! میرے علم میں اضافہ اور برکت فرما۔

(۱۲)

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

"پروردگار! بخش دے اور رحم فرما، تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے"

(۱۳)

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ط

"میرے رب! میری قسمت میں کر کہ جو نعمتیں تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں اُن کا شکر ادا کروں اور ایسے عمل کروں جن سے تو راضی ہو، اور میرے واسطے

میری نسل میں بھی صلاحیت اور نیکی دے، میں نے تیری طرف توجہ کی اور میں تیرے حکم برداروں میں ہوں۔

(۱۴)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

خداوندا! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ایمان کے ساتھ ہم سے آگے گئے اور صاف رکھ ہمارے سینوں کو ایمان والوں کے کینہ سے، خداوندا! تو بڑا مہربان اور بڑی رحمت والا ہے۔

(۱۵)

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اے پروردگار ہمارے واسطے نور کی تکمیل فرما۔ اور ہم کو بخش دے، تو سب کچھ قدرت رکھتا ہے۔

(۱۶)

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ أَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کے تھامنے والے، بس تیری رحمت ہی سے فریاد ہے تو میرا سب حال درست کر دے۔

(۱۷)

اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِيَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ ۝

"اے اللہ! میرا دین درست فرما دے۔ جس سے میرا سب کچھ ہے اور میری دنیا درست فرما دے جس میں میری زندگی کا سامان ہے اور میری آخرت درست فرما دے، جہاں مجھے واپس جانا اور ہمیشہ رہنا ہے اور میری زندگی کو ذریعہ بنا ہر بھلائی اور بہتری میں زیادتی کا اور موت کو ذریعہ بنا ہر برائی اور خرابی سے نجات کا۔"

(۱۸)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گناہوں کی معافی کا اور آرام کا دنیا میں اور آخرت میں۔"

(۱۹)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی ؕ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا اور تقویٰ کا اور شرم و عار کی باتوں سے بچے رہنے کا اور محتاج نہ ہونے کا۔

(۲۰)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا وَّعِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا ؕ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں پاک روزی کا اور نفع دینے والے علم کا اور قبول ہونیوالے عمل کا۔

(۲۱)

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ ؕ

اے اللہ ہمارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور رزق کے دروازے ہمارے لئے آسان کر دے

(۲۲)

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ؕ

اے اللہ! اپنی حلال کی ہوئی چیزوں کو میرے لیے کافی کر اور حرام سے میری حفاظت فرما اور اپنے فضل وکرم سے اپنے سوا سب سے مجھے بے نیاز رکھ ؛؛

(۲۳)

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاجْعَلْ اٰخِرَتِیْ خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی ۝

اے اللہ! اُن باتوں کی توفیق دے. جو تجھے محبوب اور پسندیدہ ہیں اور آخرت کو میرے لیے دنیا سے بہتر بنا۔ ؛؛

(۲۴)

اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَقِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ ۝ اے اللہ! بھلائی اور راست روی کی باتیں میرے دل میں ڈال دے اور نفس کی شرارتوں سے مجھے محفوظ رکھ ؛؛

(۲۵)

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۝ اے اللہ! اپنے ذکر وشکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما اور مجھے اپنا ذاکر وشاکر اور اچھا عبادت گذار بندہ بنا دے

(۲۶)

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ ۝

اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دِل کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم کر اور قائم رکھ

(۲۷)

اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَّاَمِتْنِیْ مُسْلِمًا ۝

اے اللہ! مجھے اسلام کے ساتھ زندہ رکھ اور بہ حالتِ اسلام ہی مجھے موت دے "

(۲۸)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمِنْ اَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ۝

"اے اللہ! مجھے اپنی محبت دے اور تیرے جو بندے تجھ سے محبت رکھتے ہوں اُن کی محبت دے اور جو اعمال تیری محبت سے مجھے قریب کریں اُن کی محبت دے، اے میرے اللہ! اپنی محبت مجھے اپنی جان اور اپنے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی، سب چیزوں سے زیادہ محبوب کر دے"

(۲۹)

اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَجَنِّبْنِیْ عَذَابَکَ ۝

"اے اللہ! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے اور اپنے عذاب سے بچا دے"

(۳۰)

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْہِ الْاَقْدَامُ ۝

"اے میرے اللہ! جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگانے لگیں اُس دن تو مجھے ثابت قدم رکھ۔"

(۳۱)

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝

اے اللہ! قیامت کے دن میرا حساب آسانی سے ہو۔"

(۳۲)

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝

"اے اللہ! قیامت کے دن میری خطائیں بخش دے۔"

(۳۳)

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ ۝

"اے اللہ! حشر کے دن تو مجھے اپنے عذاب سے بچالے"

(۳۴)

اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ۝

"اے اللہ! تیری رحمت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت کا مجھے اپنے عملوں سے زیادہ آسرا ہے"

(۳۵)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ ۝

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رضا کا، اور جنّت کا، اور پناہ مانگتا ہوں تیری ناراضی سے، اور دوزخ کے عذاب سے۔

(۳۶)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ۝ "اے اللہ! میں تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں، اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں اور تیری پکڑ سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں۔ خداوندا! میں تیری ہی پناہ لیتا ہوں۔ خداوندا! میں تیری صفت بیان نہیں کرسکتا۔ بس تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تو نے اپنے کو بیان کیا۔"

(۳۷)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

اے میرے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھ پر عنایت کر تو بڑا عنایت فرما اور بہت ہی مہربان ہے

(۳۸)

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰے عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۝ "اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود و مولا نہیں تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا، اور میں تیرا ہی بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ سے بن پڑا تیرے عہد اور وعدہ پر قائم رہا۔ میرے مالک و مولا! میں اپنے بُرے کرتوتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں اعتراف کرتا ہوں تیری نعمتوں کا اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا اے اللہ میرے گناہ بخشدے گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔"

(۳۹)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ قَلْبِیْ وَمِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ ۝

"اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے کانوں کے شر سے، اور اپنی نگاہ کے شر سے، اور اپنی زبان کے شر سے، اور اپنے دل کے شر سے، اور اپنی نفسانی شہوت

کے شر سے، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے۔ تیری پناہ لیتا ہوں زندگی اور موت کے سب فتنوں سے۔

(۴۰)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)

اے اللہ میں تجھ سے ان سب بھلائیوں کا سوال کرتا ہوں جن کا سوال تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور میں ان سب برائیوں اور بری باتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں جن سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ اَبْلِغْهُ الْوَسِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

"اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل کر، جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر نازل کیں۔ اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور

ان کی آل پر برکتیں نازل کر جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں، تو ہی تعریف کے لائق ہے، بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! قیامت کے دن اُن کو اپنے خاص مقامِ مقرب میں اتار اور وسیلہ اور درجہ کے مقامات تک اُن کو پہونچا، اور وہ مقام محمود اُن کو عطا فرما جس کا تو نے اُن کے لیے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما۔ خداوندا تیرا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔

اَللّٰہُ کے جو بندے

اس کتاب سے فائدہ اُٹھائیں، اور کبھی یہ دعائیں پڑھیں اُن سے اِس گنہگار کی بڑی عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ آخر میں یہ کلمات بھی کہہ دیا کریں کہ:

"اے اللہ! اس کتاب کے مؤلف محمد منظور نعمانی اور اُس کے والدین اور گھر والوں کے لیے، اور اُس کے محسنوں اور دوستوں کے لیے مغفرت و رحمت کا فیصلہ فرما، اور یہ سب دعائیں اُن کے حق میں بھی قبول فرما۔"

آپ کا اس عاجز پر یہ بہت بڑا احسان ہو گا۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کو اس احسان کا بہت بڑا اجر دے گا۔ اور یہ عاجز بھی اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے دُعا کرے گا۔

بندہ عاجز و عاصی:۔ محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

رجب ۱۳۶۹ھ

خاص وقتوں کی خاص دُعائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں خاص وقتوں اور خاص موقعوں کے لیے بھی تعلیم فرمائی ہیں، اُن میں سے بعض جو آسان اور روزمرہ کی ہیں یہاں بھی درج کی جاتی ہیں، خدا توفیق دے تو ان کو یاد کر لینا چاہیئے اور موقع پر پڑھنے کی عادت ڈال لینا چاہیئے:۔

(۱) جب صُبح ہو تو کہے:

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ

"اے اللہ! تیرے حکم سے ہم نے صبح کی، اور تیرے حکم سے شام کی، اور تیرے حکم سے زندہ ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔"

(۲) اسی طرح جب شام ہو، تو کہے:

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ

"اے اللہ! تیرے حکم سے ہم نے شام کی اور تیرے حکم سے صُبح کی، اور تیرے حکم سے ہم جیتے ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے، اور پھر تیری ہی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔"

(۳) جب سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ جائے، تو کہے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی "اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرنا اور جینا چاہتا ہوں"۔

(۴) جب سو کر بیدار ہو، تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

"شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے موت کے بعد زندہ کیا، اور اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔"

(۵) جب قضائے حاجت کے لئے پاخانے جائے، تو کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۝

"اللہ کے نام سے، اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثنیوں سے۔

(۶) پھر جب حاجت سے فارغ ہو کر نکلے، تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

"شکر اُس اللہ کا، جس نے دور کر دی مجھ سے گندگی، اور مجھے عافیت دی۔"

(۷) پھر وضو کرے، تو شروع میں بسم اللہ پڑھے، اور وضو کے درمیان میں یہ دُعا کرتا رہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ ۝ اے اللہ

میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے میرے گھر میں وسعت دے، اور میری رزق میں برکت دے

(۸) وضو سے جب فارغ ہو، تو کہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اے اللہ مجھے کر دے توبہ کرنے والوں میں سے۔ اور پاک رہنے والوں میں سے۔

(۹) پھر جب مسجد جائے تو داخلہ کیوقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور کہے:

"رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

"میرے رب مجھے بخشدے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔

(۱۰) اور جب مسجد سے نکلے، تو بایاں پاؤں پہلے نکالے، اور کہے:

"رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل وکرم کے دروازے کھول دے

(۱۱) جب کھانا شروع کرے تو کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ۔

اللہ کے نام سے اور اُس کی برکت کے ساتھ

(۱۲) جب کھانے سے فارغ ہو تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

"شکر اللہ کا! جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا، اور ہم کو مسلمانوں میں کیا۔"

(۱۳) اگر کسی کے یہاں دعوت کا کھانا کھائے تو یہ بھی کہے۔

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ۔"

اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اُس کو کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اُس کو پلا"

(۱۴) جب سواری پر سوار ہو تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ اللہ کا شکر ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم خود اس کو اپنے بس میں نہیں کر سکتے تھے اور ایک دن ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

(۱۵) اور جب سفر پہ نکلے، تو اللہ تعالٰی سے دُعا کرے:

اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَيْنَا ھٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَۃُ فِی الْاَھْلِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ ۝

"اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی دوری کو مختصر کر دے اے اللہ تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے پیچھے تو ہی میرے گھر والوں کا دیکھنے والا ہے اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سفر کی مشقت سے اور بُری حالت دیکھنے سے اور واپس آکر بُری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں اور بچوں میں"

(۱۶) اور جب سفر سے لوٹے، تو کہے:

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

ہم سفر سے آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

(۱۷) جب کسی دوسرے کو رخصت کرے، تو کہے:

اَسْتَوْدِعُ اللہَ دِيْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِکَ = میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرا دین اور تیری قابلِ حفاظت چیزیں، اور تیرے اعمال کے خاتمے۔

(۱۸) جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے، تو کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا ۝ "شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے عافیت میں رکھا ہے اُس مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر اس نے مجھے فضیلت بخشی ہے (یہ سب اُسی کا کرم ہے، میرا کوئی کمال نہیں)"

(۱۹) جب کسی شہر میں داخل ہو، تو کہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس شہر میں برکت دے اور اس کو ہمارے واسطے مبارک کر۔

(۲۰) جب کسی مجلس سے اُٹھے، تو کہے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ اے اللہ! میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری حمد کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

ایک بہت مفید بات

بہت سوں کو اصل عربی دعائیں یاد کرنا مشکل ہوتا ہے ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ ہر موقع کی دُعا کا مضمون یاد رکھیں اور موقع پر اپنے لفظوں میں اور اپنی زبان میں وہی مضمون ادا کر لیا کریں انشاءاللہ اس سے بھی دعا کی پوری برکت، اور پورا پورا ثواب اُن کو حاصل ہو گا۔

اسلامی اخلاق ——— مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی

گلدستۂ مثنوی ——— مولانا جلال الدین امجدی

احوال العارفین ——— حافظ غلام فرید

عربی بولیے ——— شفیق مرزا

اعمالِ قرآنی ——— مولانا اشرف علی تھانوی

خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم ——— "

انسانِ کامل ——— حاجی محمد منیر قریشی

یارِ کامل (حضرت ابوبکر صدیق) ——— "

اسلام اور سائنس ——— "

با محمدؐ ہوشیار ——— "

قرآنی دعائیں ——— "

رہنمائے قرآن ——— ڈاکٹر میر ولی الدین

حضرت میاں میرؒ ——— اقبال احمد

تعلیم الاسلام ——— مولانا کفایت اللہ دہلوی

ثنائے محمدؐ (نعتیں) ——— مرتبہ راجا رشید محمود

ارمان مدینے والے دا (پنجابی نعتیں) ——— "

نماز اور اس کے مسائل ——— اظہر جنجوعہ

اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان ——— راجا رشید محمود

ماں باپ کے حقوق ——— "

حلال و حرام ——— مولانا فتح محمد لکھنوی